یہ کتاب اور نیز ہر قسم کی کتابیں کے۔ آر۔ مہرا برادرس وچھو والی لاہور سے طلب کرو۔

مرقع عالمگیری

عرف

حیات اورنگ زیب

مصنفہ

منور خاں ساغر اکبر آبادی۔ لٹریری اسسٹنٹ و مترجم
بائبل سوسائٹی لاہور

جسکو

بعد حصول جملہ حقوق از مصنف

منشی رام اگروال تاجر کتب مہتمم تعلیمی کتبخانہ پنجاب لاہور
کی اجازت سے

حکیم رام کشن مالک کارخانہ جڑی بوٹی پنجاب شاہ عالمی دروازہ لاہور
نے

سنہ ۱۹۱۰ء میں

دیپک اچھوت پرنٹنگ ورکس لاہور میں طبع کرائی

قیمت

عجائب کتب

ہر فن مولا۔ کتاب روپیہ بنانے کی مشین ہر فن مولا کا جسقدر شہرہ ہوا ہے۔ اسکی وجہ یہی ہے۔ کہ اسکا کوئی ہنر ایسا نہیں کہ جس سے انسان اپنی روزی نہ کما سکتا ہو۔ اس میں مشہور و معروف نسخہ **امرت دھار** بھی لکھا گیا ہے۔ فہرست ہزاروں ترکیبوں میں سے چند حسب ذیل ہیں۔ بال عمر بھر پیدا نہ ہونیکا مجرب نسخہ۔ بال اڑانیکا اصلی ولائتی صابون بال اڑانیکا عرق و پوڈر پانچ منٹ میں بال سیاہ کرنیکا خضاب۔ ربڑ کی مہریں۔ کھانا پکانے کی ترکیبیں۔ اچار۔ مربہ و چٹنیاں۔ ربڑ کی اشیاء و پریس۔ دیسی و انگریزی صابون۔ موم کی اشیاء موم بتیاں۔ بیسیوں قسم کی سیاہی۔ پریس کے لکھنے کی وغیرہ۔ ریشم و کپڑا رنگنا۔ عطر و روح و لیمونڈر و خوشبودار تیل و نقلی جواہرات وغیرہ وغیرہ بنانا۔ غرضیکہ ہزاروں ترکیبیں درج ہیں قیمت اس نادر و لاثانی کتاب کی صرف ایک روپیہ۔ (عہ)

سونیکا بھیرا۔ یعنے ہر فن مولا حصہ دوم یہ دو عجیب و غریب اور مفید عام کتاب ہے جس میں جاپان کی بہت سی صنعتوں کے مکمل بیانوں کے علاوہ (جو جاپانی زبان سے ترجمہ کی گئیں) کئی انگریزی کتابوں سے مدد لے کر یورپ کی مفید عام صنعتوں کا مکمل بیان کیا گیا ہے۔ اور علاوہ ازیں اس میں ہندوستان کی ان بیشمار صنعتوں کا بیان بھی کاریگروں سے دریافت کرکے کیا گیا ہے۔ جنکو آجکل مردہ صنعت خیال کیا جاتا ہے۔ قیمت۔ (۱۲/)

چلتا جادو۔ یعنی ایک نہائت مفید اور پُر اسرار کتاب جبمیں تسخیر کے عمل اور ہمزاد کو قابو میں لانے کے لئے عام سہل طریقے اور علم مقناطیسی یعنی مسمریزم کے ابتدائی حالات اور اسکے ذریعہ امراض کا معالجہ سہل طریقوں میں بتلایا گیا ہے۔ کار آمد کتاب ہے۔ قیمت فیجلد صرف آٹھ آنہ۔ (۸/)

بنگال کا جادو۔ اسمیں اول سے اخیر تک جنتر منتر تنتر سحر و طلسم وغیرہ درج ہیں جو ایک بھی خطا نہیں کرتے۔ جس سے ہر ایک آدمی دلی تمنا پوری کر سکتا ہے۔ اور دشمن سے اپنا کام نکالنا اور بدلا لینا تو درکنار۔ دور دراز کے آدمی کو بھی اپنی اطاعت میں کر سکتا ہے۔ اور اس میں چلہ وغیرہ کی تکلیف نہیں۔ ہر ایک کام بخوبی انجام ہونے کی شرط قیمت فیجلد صرف دس آنہ۔ (۱۰/)

المشتہر حکیم رام کشن مالک کارخانہ جڑی بوٹی پنجاب شاہ عالمی دروازہ لاہور

حیات اورنگ زیب

اکبر کی سلطنت

اکبر جو مغلیہ خاندان کا تیسرا فرمانروا اور ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں میں بڑا صاحب جاہ وجلال اور دور اندیش حکمران گذرا ہے۔ دراصل مغلیہ سلطنت کو انتہائے عروج پر پہونچا دینے والا تھا۔ اُس نے نہ صرف تلوار ہی سے ملک گیری کی۔ بلکہ حکمت عملی سے ہندوستان کے مختلف صوبوں اور وہاں کے باشندوں کے دلوں کو مسخر کیا۔ ہندوستان کے مسلمان فرمانرواؤں میں صرف اکبر ہی ایک ایسا فرمانروا ہوا ہے۔ جس نے یورپین طرز حکومت کی کسی قدر تقلید کی اور جمہوری سلطنت کے اصول کو اپنی سلطنت وحکمرانی کا ممدو معاون بنایا۔ وہ خوب سمجھتا تھا۔ کہ کسی ملک کی حکمرانی اُس ملک کے باشندوں کی شرکت بغیر مستحکم ومضبوط نہیں ہو سکتی۔ اوسکی اس دور اندیشی اور سیر چشمی کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ مغلیہ خاندان کی حکومت اُس کے عہد میں مغرب میں کابل سے لیکر مشرق میں بنگالہ تک اور شمال میں کشمیر سے لے کر جو کوہ ہمالیہ میں واقعہ ہے۔ جنوب میں خاندیش تک قائم ہو گئی ✦

اکبر کا اصول سلطنت

اکبر کی رعایا میں ہندو اور مسلمان دونوں پائے جاتے ہیں مسلمانوں میں شیعہ اور سنی دونوں ہیں۔ ہندوؤں میں پوپ لیلا کے معتقد جینی۔ سکھ۔ کبیر پنتھی۔ شیوی۔ ست نرائینی وغیرہ ہیں۔ یہ تو اکبر کی رعایا کا مذہب تھا۔ اب اگر اُن کی قومیت کی طرف نگاہ ڈالی جائے۔ تو مسلمانوں میں ایرانی۔ مغل۔ افغانی۔ نومسلم۔ تاتاری اور عرب شامل تھے۔ ہندوؤں میں سب سے زیادہ زبردست راجپوت تھے۔ جن سے مسلمانوں نے ہندوستان کی حکو

حاصل کی تھی - برہمن - بقال - کالیتھ - کھتری - بنگالی - پنجابی - ہندوستانی مارواڑی - میواڑی - میواتی - گجراتی - وغیرہ - وغیرہ - سینکڑوں قومیں یا فرقے تھے - ان سبھوں کے رسم و رواج بھی ایک دوسرے سے بھی بہت ہی مختلف تھے

اگرچہ اکبر نے اتنی بڑی حکومت چالیس سال کی کوشش وجانفشانی سے قایم کی تھی جس کے لیئے اوسکو ایشیائی فرمانرواؤں کی تقلید میں جنگ وجدال اور کشت و خون سے بھی کام لینا پڑا لیکن زیادہ تر اوس نے اس اصول پر عمل کیا جسکا ابھی ذکر ہو چکا ہے - اور اپنی رعایا کو باوجود مختلف النسل اور مختلف المذاہب ہونے کے جو اون کے درمیان باعث مغائرت تھے میل و محبت کے مضبوط رشتے میں باندھ کر اپنی سلطنت کو مستحکم ولازوال بنا دیا +

اکبر نے وہ اصول سلطنت اختیار کیا تھا - کہ اوس کے باعث مشرقی فرمانرواؤں میں اور خصوصاً ہندوستان کے فرمانرواؤں میں وہ اپنا نظیر آپ ہی تھا - بلکہ یورپ کے سیاحوں اور مؤرخوں نے اوسے یورپ کے فرمانرواؤں کا ثانی قرار دیا ہے - اکبر کی پالیسی کا نتیجہ یہ ہوا - کہ اوس کے بعد کوئی ایک درجن فرمانروا گذرے ہیں جن میں سے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی نقص سلطنت کو ضرور پہونچانے والا پایا جاتا ہے - مگر اوسکی قایم کی ہوئی سلطنت کو بمشکل زوال ہوا - اور بڑی مشکل سے مغلیہ خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہوا - اگر اوسکے بعد کے فرمانروا اس کی پالیسی کا پیرو کار رہتے - تو اون کی حکومت کو زوال کی رونمائی نصیب نہ ہوتی +

اکبر کی دور اندیشی

اکبر نے تجربہ سے جان لیا تھا - کہ ہندؤں کی وفاداری حاصل کیے بغیر اوسکی سلطنت کو استحکام حاصل نہیں ہو سکتا چنانچہ اوس نے اونکی عادات وخیالات اور رسم ورواج معلوم کرنے شروع کیے - ہر ملک میں اور خصوصاً ہندوستان میں تو تمام ملکوں سے زیادہ رسم ورواج کی پابندی اور قدر ومنزلت کی جاتی ہے یہاں کے باشندے اپنی دولت اور اپنی جان کو رسم ورواج پر تصدق کر دیتے ہیں - اگرچہ اس وقت مغربی حکومت کا دور دورہ ہے اور مغربی خیالات سے اہل ہند کے دل ودماغ روشن ہوتے جاتے ہیں لیکن رسم ورواج کا وہ اثر ہے کہ باوجود اون کے ترک کرنے کی کوشش کی - اون سے ابتک

خلاصی نہیں ہی -

جب زمانہ کا رنگ بدلتا ہے تو اُس کے ساتھ ہی اس زمانہ کی ضروریات بھی بدل جاتی ہیں - زمانہ کی دسترس سے کوئی شے نہیں بچ سکتی حتیٰ کہ مذہب بھی زمانہ کو فیلسوفوں نے "دو رقامہ" کہا ہے - اور اسکا ہاتھ اس قدر زبردست ہے کہ ہر شے کو گھسیٹ لے جاتا ہے - ہر شخص کو اپنے موافق کر لیتا ہے - جو لوگ کہ زمانہ سے موافقت کر لیتے ہیں - اچھے رہتے ہیں - اور اُن کو ہر قسم کی عزت و ثروت اور شہرت اور آسانی اور آسائش نصیب ہوتی ہے - برخلاف اس کے جن لوگوں کو زمانہ سے نفرت ہوتی ہے - اور اس سے الگ تھلگ رہنا چاہتے ہیں - وہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو ان کا نام و نشان بھی صفحۂ دنیا پر سے مٹ جاتا ہے *

جس وقت کہ مسلمانوں کی حکومت کا دور آیا - تو ہندوؤں کی حالت میں بھی ایک غیر معلوم تبدیلی ہونے لگی اور اون کے دلوں میں خود بخود اصلاح کا خیال پیدا ہو گیا - یہ خیال کوئی دو سو برس تک اون کے دلوں کو اُبھارتا رہا - اور ان کی حالت اور رسم و رواج میں ایک طرح کی تبدیلی پیدا ہو گئی - خداوند عالم نے ساری مخلوق اور کائنات کے انتظام و التزام کے لیے ایک قانون بنایا ہے - جسے وہ قانون قدرت کہنا نہایت ہی موزوں ہے جب اکبر سن بلوغ کو پہونچا اور اس نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی - تو اسے محسوس ہوا - کہ ہندوؤں میں ایک قدرتی تبدیلی اور اصلاح چپکے چپکے کام کر رہی ہے - اوس نے اس اصلاح سے فائدہ اُٹھانا چاہا - اور ایک ایسے مذہب کی بنیاد ڈالنی چاہی - جو "عالمگیر مذہب" ہو - اس میں وہ اپنے وزیر ابوالفضل کی مدد اور مشورہ سے ایک حد تک کامیاب بھی ہو گیا جس کے باعث کوتاہ اندیش اور تنگ دل لوگ اوسے لامذہب گننے لگے +

اکبر کی تدبیر | اس "عالمگیر مذہب" کو اکبر نے اپنی رعایا میں میل قایم ہونے کا ذریعہ سمجھا - اُس نے گوا سے رومن کیتھلک عیسائیوں کو بلا کر گرجے قایم کرائے - ہندوؤں کے مندروں کو نذریں دیں - اور اُن کے لیے اوقاف مقرر کیے - اسی مذہب کی آڑ میں اُس نے ہندو عورتوں سے شادیاں کیں - مگر ان کے مذہب پر دست درازی نہ کی - بلکہ اُن کو اُن کی مرضی کے موافق عبادت و پرستش کی اجازت

دی۔ گویا اونہیں اُن کے مذہب پر چھوڑ دیا۔ ہندوؤں کو اپنی سلطنت میں بڑے بڑے عہدے اور منصب عطا کیے۔ چنانچہ مجلس وزرا جسے "نورتن اکبری" کہتے ہیں۔ اس میں راجہ بیربل۔ راجہ ٹوڈرمل۔ اور راجہ مان سنگھ سے لوگ بھی شامل تھے۔ یہ سب کچھ اکبر نے ہندوؤں کی وفاداری حاصل کرنے کیلئے کیا۔ جو استحکام سلطنت کے لئے لازمی اور اشد ضروری تھا۔ اکبر نے ہر ایسی بات سے فائدہ اُٹھایا۔ جس سے عوام الناس کا تعلق تھا۔ سارے انسان ایک سا مزاج اور ایک سی طبیعت نہیں رکھتے ہیں۔ بلکہ اگر "اختلاف طبائع بشری" کے مسئلہ کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ انسانوں کی طبیعت میں ایک عجیب قسم کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ کسی ایک خاص معاملہ میں بہت سے لوگ ہم خیال نہیں ہوتے ہیں۔ اکبر کے زمانہ میں بنگالہ کے لوگوں میں ایک عجیب جھگڑا ہوا تھا۔ وہاں ایک بوڑھا عارف رہا کرتا تھا۔ وہ ایک رند منش تھا۔ جسے ہندو، مسلمان اور عیسائی سے کچھ تعلق نہ تھا۔ بلکہ وہ صوفی تھا۔ اور اپنے خالق و مالک کو ہر رنگ میں دیکھا کرتا تھا۔ جب اسکا انتقال ہوا۔ تو ہندوؤں اور مسلمانوں میں جھگڑا ہوا۔ ہندو اوسے ہندو بتاتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ ہم اپنے مذہب کی رسم کے موافق اُسکی نعش کو جلائیں گے۔ مسلمان اوسے ولی کہتے تھے۔ اور اس بات پر مصر تھے کہ ہم اسے دفن کریں گے۔ اکبر نے اونہیں یہ پیغام بھیجا۔ کہ نہ دفن کرو اور نہ جلاؤ۔ بلکہ لاش کو دریا برد کر دو مگر اس بات کو دونوں میں سے ایک فریق نے بھی نہ قبول کیا۔ جب باتوں ہی باتوں میں لوگوں میں دست و گریباں ہونے کی نوبت پہنچی۔ تو وہ عارف پھر زندہ ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ دور اے بیوقوفو جاؤ اپنا کام دیکھو۔ میں اب یہاں مرتا ہی نہیں۔ تم مفت جھگڑا کرتے ہو۔ خدا کی مرضی۔ اور قدرت کو ایک بھی نہیں دیکھتے۔ اگرچہ یہ قصہ بادی النظر میں قانون قدرت کے بالکل خلاف اور بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔ لیکن بنگالہ میں اب تک لوگوں میں مشہور ہے اس سے تو کوئی بحث نہیں۔ کہ وہ درست تھا۔ یا کہ نہ تھا۔ لیکن اکبر جو عوام کی مرضی کا شناسا بننا چاہتا تھا اس موقع کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ یہ

میموئیرس آف بنگال مصنفہ ڈاکٹر اسمتھ کے صفحہ ۲۴۳ سے ۲۴۵ میں درج ہے
اکبر کے زمانہ میں اس کے ایجاد کردہ "عالمگیر مذہب" کے اثر سے ہندو مسلمانوں کی اکثر عبادت گاہیں مشترک ہو گئی تھیں۔ ہندوستان میں جا بجا مذہبی مقامات پائے جاتے ہیں۔ جہاں پتھر کے ایک ٹکڑے کے اوپر ایک قدم کا نشان بنا دیتا ہے۔ ہندو تو اُسے "مہادیوجی" کا نقش قدم سمجھتے ہیں۔ اور مسلمان اوسے "قدم رسول" یعنے اپنے نبی محمد صلعم کے قدم کا نقش مانتے ہیں۔ اور دونوں ملکر اب تک اُسکی تعظیم کرتے۔ اور اس کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ مگر ایسے قدم کی وقعت زیادہ تر [illegible] ہند اور مسلمان کرتے ہیں +

اکبر عام جلسوں میں بلا تکلف شریک ہوا کرتا تھا جن میں مباحثے یا علوم و فنون پر مکالمے ہوا کرتے تھے۔ وہ بڑے شوق سے لوگوں کی تقریریں اور دلیلیں سنتا۔ خود بھی بحث میں حصہ لیتا۔ اور زیادہ تر ایک مصلح یا ثالث کی خدمت کو پورا کرنے کی کوشش کرتا۔ اس سے اوس نے اکثر لوگوں کے دلوں جگہ کر لی۔ غرض اکبر نے ٹولیریشن پیدا کرنا یعنے تمامی باتوں کو برداشتی بنانا چاہا +

اکبر کا مذہب اکبر کا عالمگیر مذہب یہ تھا۔ اسکا عقیدہ تھا۔ کہ اے خدا میں تجھے ہر مندر۔ ہر مسجد۔ ہر گرجے میں دیکھتا ہوں اور ہر زبان میں تیرا نام سنتا ہوں ہر مذہب اور ہر ملت والے اقرار کرتے اور کہتے ہیں۔ کہ تو ایک ہے اور کوئی تیرا نظیر نہیں۔ میں ہر مذہب والوں کی عبادت گاہوں میں جاتا ہوں گویا تجھے معبد ڈھونڈتا پھرتا ہوں" اگرچہ اس کا عالمگیر مذہب پوری طرح کامیاب نہ ہوا لیکن اوس کی دلی ہمدردی نے جو لوگوں کے ساتھ ظاہر کی گئی۔ سبھوں کو اوس کا گردیدہ بنا دیا۔ فی الحقیقت وہ اپنی رعایا کا محبوب۔ مقبول اور منظور نظر تھا +

اکبر سورج پرستی بھی کیا کرتا تھا۔ وہ سورج کو خدا نہیں بلکہ خدا کا مظہر مانا کرتا تھا۔ دراصل سورج کی آب و تاب جھلک و رنگ۔ اور جاہ و جلال میں خدائے قادر مطلق کا جلوہ اور جاہ و جلال دیکھا کرتا اور یہ سورج پرستی بھی اُس کے عالمگیر مذہب کا ایک رکن تھی +

جذیہ معاف کیاگیا

اکبر سے پہلے ہندؤں پر مسلمان بادشاہوں کی طرف سے ایک قسم کا ظالمانہ اور جابرانہ ٹیکس لگایاجاتا تھا۔ اس ٹیکس کو جذیہ کہتے ہیں۔ اور اسے تغلق خاندان کے ایک بادشاہ فیروزشاہ نامی نے ہندوستان میں جاری کیا تھا۔ جو ہندو اسلام قبول کرنا چاہتے تھے۔ اون سے جذیہ وصول کیاجاتا تھا۔ دراصل یہ ایک قسم کا ظلم تھا۔ جب اکبر نے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی تو اس نے محسوس کیا کہ جذیہ باعث خرابی ہے اور حاکم و محکوم میں ایک قسم کی مغائرت پیدا کرنے والا ہے۔ لہذا اوس نے جذیہ کو توڑ دیا اور اس طرح بہت سے ہندوؤں کو اپنا ہمراز اور طرفدار بنالیا +

اکبر کی کشادہ دلی

اکبر سارے بنی انسان کو یکساں سمجھتا تھا۔ نہ کسی کو پاک اور نہ کسی کو ناپاک نہ کسی کو کمتر۔ اور نہ کسی کو برتر جانتا تھا۔ سب سے کھلے دل اور بحسن سلوک پیش آتا تھا۔ یہاں تک کہ اوس نے ایک مجلس تفریح قایم کی تھی جس میں عجیب ظرافت آمیز باتیں ہوا کرتی تھیں۔ جو اکثر تہذیب کے پایہ سے گری ہوئی اور شاہانہ مجلس کے قابل نہ ہوتی تھیں۔ بیربل۔ اور ملّا دوپیازہ کے لطائف کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اکثر فحش مضامین پر گفتگو ہوا کرتی تھی۔ لیکن اسکا یہ عمل محض لوگوں کے دلوں کی تسخیر کے لئے جاری کیا گیا تھا۔ اس مجلس تفریح میں اکثر بذلہ سنجوں کو باریابی کا موقع دیا جاتا تھا +

اکبر نے پبلک سروس کا قاعدہ جاری کیا جیسا کہ اس وقت برٹش گورنمنٹ میں جاری ہے۔ اوس نے اپنی ملازمت میں ایرانی شیعوں۔ کٹر افغانیوں نیز مغلوں اور ہندؤں کو داخل کیا۔ اور ہر ایک کو برابر برابر رتبے عطا کئے جسکو جس قابل پایا۔ اوسی کے موافق اوسکو منصب عطا کیا +

اکبر نے اپنے ہاں منصبداری کا سلسلہ بھی ایجاد کیا۔ لیکن خدمتگذاری کی شرط پر نہیں بلکہ آزادی کی شرط پر منصبداری جسے یورپ کے قدیم زمانہ میں فیوڈل سسٹم کہتے تھے۔ یہ تھا۔ کہ ضرورت کے وقت بڑے بڑے امراء فوج اور روپیہ سے اپنے بادشاہ کی امداد کریں۔ اور ویسے برائے نام کچھ خراج دیتے رہیں۔ بادشاہوں کی اس کے سوا اون سے اور کچھ غرض نہ ہوتی تھی۔ بلکہ منصبدار

اپنے دائرہ حکومت کے مطلق العنان اور خود مختار مالک و فرمانروا ہوتے تھے لیکن اکبر نے اس اصول منصبداری میں ایک اصلاح کردی منصبدار دراصل اوس کی سلطنت کے ملازم ہوا کرتے تھے - بہت سے بڑے بڑے عہدہ داروں کو مختلف قسم کے منصب عطا کئے جاتے تھے جن کے اخراجات کے لیئے جاگیریں دی جاتی تھیں جو اکثر پشتینی ہوگئیں - اور ایک ہی شخص کے خاندان میں پشت در پشت منتقل ہونے لگیں - یہ منصبدار ضرورت کے وقت نہیں - بلکہ ہر وقت بادشاہ کی خدمتگذاری کے لیئے موجود رہتے تھے - اگرچہ بادشاہ کی طرف سے منصبداری کے صلہ میں کوئی خدمتگذاری لازمی نہیں کی گئی تھی - صرف عہدہ داری کی خدمت ضرور لازمی تھی جس کے لیئے اون کو علیحدہ معقول تنخواہ دیجاتی تھی منصبدار بالکل آزاد تھے - البتہ دربار شاہی میں اونہیں ضرور مجرا دینا پڑتا تھا +

حکام کی نگرانی

اکبر اپنی سلطنت کے افسران مالگذاری اور حکام عدالت کی بڑی سختی کیساتھ نگرانی کیا کرتا تھا - رشوت لینا مشرقی ممالک کے لوگوں کا خاصہ ہے - اور اس کے لیئے وہ اپنے محکوم لوگوں پر بڑے بڑے ظلم کرتے ہیں - اکبر کا منشا تھا - کہ کوئی کسی پر ظلم و جبر نہ کرے - اپنے منصب سے تجاوز نہ کرے - اراکین سلطنت اپنا کام دیانت داری سے کریں - اور رعایا کو امن چین نصیب رہے - جس بادشاہ کی رعایا کو امن چین ملتا ہے - اس کے ملک میں مرفع الحالی نظر آتی ہے جب رعایا دل شاد ہوتی ہے - تو ملک آباد اور دولت کی زیادتی ہوتی ہے - اس فرمانروا کی سلطنت کو خودبخود استحکام حاصل ہو جاتا ہے

الغرض اکبر نے اپنی سلطنت کو استحکام دینے کے لیئے ایک نہایت عمدہ اور بے حزر حکمت عملی اختیار کی جس میں ہر طرح رعایا کی تالیف قلوب کیجاتی تھی - رعایا کی بہبودی مدنظر تھی - اوس نے جتنی باتیں اس حکمت عملی کی ممد و معاون بنائی تھیں - اون سب کی غرض و غایت یہی تھی کہ اسکی سلطنت کو مضبوطی حاصل ہو جسکا نتیجہ یہ نکلا - کہ اوسکی رعایا دل و جان سے اوس کی خدمت و امداد کرتی اور اوسکی خاطر سر کٹاتی رہی +

اکبر کے جانشین

اکبر کے جانشین جہانگیر۔ اور شاہ جہان نے ایک معنی میں تو اکبر کی حکمت عملی پر ضرور عمل کیا۔ کہ اونہوں نے حتی الامکان سلطنت میں ظلم و جبر کو روا نہ رکھا

شاہجہان کی دوراندیشی

بلکہ شاہجہان نے اسی حکمت عملی کے متعلق ایک بڑی دوراندیشی برتی۔ مغلوں میں ایک عجیب نامبارک رسم چلی آتی تھی۔ کہ مرتے ہوئے باپ کی آنکھیں اپنے بیٹے یا دوسرے حقدار جانشین کی بغاوت کا منظر دیکھتیں۔ ہلاکو خاں سے لے کر مغلوں کے مختلف خاندانوں میں جو مختلف ملکوں میں حکمران تھے۔ آخر بادشاہ تک یہ رسم جاری رہی۔ شاذو نادر ہی ایسا واقع ہوا ہوگا۔ کہ کسی حکمران کو یہ نامبارک رسم اپنی وفات کے وقت نہ دیکھنا پڑی ہو۔ اسلئے شاہجہان نے اس رسم کو مٹانے کی کوشش کی۔ بابر ہندوستان کے مغلیہ خاندان کا بانی تھا حسن اتفاق سے اوس کے ایک ہی بیٹا ہوا۔ ہمایوں کے اکبر پیدا ہوا۔ اکبر کے بعد جہانگیر کا دور آیا۔ اور جہانگیر کے بعد شاہجہان کا۔ مگر شاہجہان کے بعد اوس کے چار بیٹے جائز وارث ہونے والے تھے۔ ایک تو مغلوں میں وہ نامبارک رسم جاری تھی جسکا ابھی ابھی ذکر ہو چکا ہے۔ دوسرے مشرقی ممالک میں اس سے بھی بڑھ کر یہ رسم پائی جاتی تھی۔ کہ بادشاہ کے بعد حقداران تاج و تخت میں ضرور جنگ و جدل کا بازار گرم ہوتا تھا۔ اگرچہ بادشاہ کی زندگی میں ایک شخص اسکا جانشین نامزد کر دیا جاتا تھا۔ لیکن خواہ کوئی شخص نامزد کر دیا جاتا۔ یا نہ کر دیا جاتا۔ تاہم بادشاہ کی وفات پر حقداروں میں میدان کارزار میں کشت و خون ضرور ہوتے تھے۔ اور جو سب پر غالب آجاتا وہی مالک تاج و تخت قرار دیدیا جاتا۔ خود شاہجہان نے اپنے باپ جہانگیر کے ساتھ بغاوت کی تھی۔ اور اوسے کھٹکا تھا۔ کہ اوسے بھی ایک نہ ایک دن یہ دن دیکھنا پڑیگا۔ اس لئے اوس نے اپنے چاروں بیٹوں کو پایہ تخت سے دور چار صوبوں کی گورنری پر مقرر کر دیا تھا۔ کہ اون میں حسد و رقابت نہ بڑھے۔

شاہجہان کے چار بیٹے

داراشکوہ جس نے ۱۶۵۹ء میں انتقال کیا۔ شجاع جو ۱۶۶۰ء میں فوت ہوا۔ اورنگ زیب جو ۳ نومبر ۱۶۱۸ء کو پیدا ہوا

جولائی ۱۶۵۸ء میں تخت نشین - اور ۳ مارچ ۱۷۰۷ء کو فوت ہوا - مراد بخش جو ۱۶۶۱ء میں فوت ہوا +

شاہجہان کی دور اندیشی کام نہ آئی

اگرچہ شاہجہان نے اپنی وفات پر بیٹوں کی باہمی جنگ و جدال کو مٹا دینے کی کوشش کی - لیکن وہ اس کوشش میں ناکامیاب رہا - بھلا جو بات کہ انسان کے ضمیر اور فطرت میں داخل ہو جاتی ہے - وہ طبیعت ثانیہ بنکر ضرور اپنا اثر دکھاتی ہے - اسی لیے شاہجہان کو اوس کی زندگی ہی میں وہ برا دن دیکھنا نصیب ہوا جسکا اوسے کھٹکا لگا ہوا تھا - بیٹوں میں تاج و تخت کے لیے خوب جنگ ہوئی - ہزاروں جانیں تلف ہوگئیں - خون کے دریا بہے - نکی چالیں کھیلی گئیں - آخر تین بیٹے اپنے ارادوں کا خود شکار ہوئے - اور اورنگ زیب کو تخت و تاج نصیب ہوا +

مغلوں کی کیفیت شاہجہان کے وقت میں

مغل جو تاتاری قوم سے ہیں - دراصل بڑے جنگجو تھے - میدان کارزار انکا بازی گاہ تھا - لڑائی اون کے لیے اک دل جلاؤ تھا - ہلاکو خاں - چنگیز خاں - تیمور لنگ - خان اعظم قبلائی خاں - اسی قوم میں گذرے ہیں ایشیا میں ایک زمانہ میں اسی قوم کا دور دورہ تھا - قریب قریب سارا ایشیا اون کے زیر نگین تھا - اگر ہم بارھویں صدی عیسوی کے ایک سیاح مارکوپولو ساکن اٹلی کے سفرنامے کی ورق گردانی کریں تو صاف عیاں ہوتا ہے کہ قبلائی خاں کے عہد میں مغلوں سلطنت ایشیا کے کوچک سے لیکر چین تک اور سائبیریا کی جنوبی حدود سے لیکر ہمالیہ اور بنگال تک پھیلی ہوئی تھی صرف شمالی اور جنوبی ہند - اور سائبیریا کا اوجاڑ ملک اون کی حکومت سے باہر تھا - یہ قوم تیر اندازی میں اپنا نظیر نہیں رکھتی تھی ان کا طریق جنگ وہ نہیں تھا - جو روسیوں کا تھا - اور جسپر آج تک یوروپ کی قومیں کاربند ہیں - کیونکہ اوسی اصول جنگ کی بدولت یورپ کی اقوام نے میدان کارزار میں بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں - روسیوں کا اصول جنگ یہ تھا - کہ پھوٹ ڈالو اور فتح کرو یعنے دشمن کی سپاہ میں کسی طرح نا اتفاقی پیدا کر کے اون کی مجتمع طاقت کو منتشر کر دیا جائے - بس اون پر

فتح حاصل ہو جائے گی - لیکن تاتاریوں کا اصول جنگ یہ تھا کہ مقابلہ کرو - اور غالب آؤ - اس لیئے مغل میدان جنگ سے کبھی ہٹتے ہی نہ تھے - اور اونکے اس استقلال کا یہ نتیجہ ہوتا تھا - کہ میدان کارزار اونہی کے ہاتھوں رہتا تھا دشمن کو انکا لوہا ماننا پڑتا تھا - گویا شیخ سعدی نے ذیل کا شعر مغلوں ہی کے خصائل جنگ کے بیان میں لکھا ہے

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

اس موقع پر ہم مغلوں کی سخت جانی کے ثبوت میں مارکوپولو کے سفرنامے مصنفہ ومرتبہ کرنیل یول صاحب - جلد اول صفحہ ۲۸۰ سے اقتباس کرتے ہیں وہ مغل جو در اصل تاتاری قوم کے لوگ ہیں اون کے اسلحہ جنگ بڑے اچھے ہوتے ہیں - جنگ میں وہ تیر و کمان تلوار اور برچھے استعمال کرتے ہیں - دنیا میں سب سے اچھے تیر انداز ہیں - اور بڑے اچھے سپاہی اور تیر انداز - دوسری قوموں کی نسبت وہ زیادہ سخت جان ہوتے ہیں - مہینوں تک صرف دودھ اور شکار کے گوشت پر گذارہ کر سکتے ہیں - فتوحات ملکی کے لیئے تاتاریوں سے بہتر اور کوئی قوم نہیں ہے - جب وہ کسی دور دراز مہم پر جاتے ہیں - تو دودھ یا پانی کے لیئے دو بوتلیں چمڑے کی مٹی کا ایک برتن کھانا پکانے کے لیئے - اور ایک چھوٹا سا خیمہ مینہ سے بچنے کے لیئے ساتھ لے جاتے ہیں ضرورت کیوقت وہ دس دس دن تک سوار چلے جاتے ہیں - اور کھاتے پیتے نہیں ایسے موقعوں پر وہ اپنے گھوڑے کی رگ کھولکر خون سے شکم پروری کر لیتے ہیں وہ دودھ سے ایک قسم کا شربت بناتے ہیں جسے وہ کیمفن یا کومکن کہتے ہیں وہ اسطرح بنایا جاتا ہے کہ دودھ کو اوبالکر بالائی دور کر دیتے ہیں - اور باقی دودھ کو دھوپ میں خشک کر لیتے ہیں جب کسی مہم پر جاتے ہیں - تو اس سوکھے دودھ کو سیر دو سیر کی مقدار میں ہمراہ لے جاتے ہیں جسوقت بھوک لگتی ہے - وہ تھوڑا سا نکالکر تیل کے پانی میں ڈال دیتے ہیں جب وہ گھل جاتا ہے تو اسے پی لیتے ہیں - اور اسی غذا پر ہفتوں گذارہ کر لیتے ہیں" اون کا

طریق جنگ بھی بڑا عجیب اور اُن کے لئے مفید ہے۔ وہ جتھہ باندھ کر نہیں لڑتے۔ بلکہ چکمہ لگاتے اور دشمن پر تیروں کا مینہ برساتے رہتے ہیں بعض اوقات لڑتے لڑتے جھوٹ موٹ بھاگ نکلتے ہیں۔ دشمن سمجھتا ہے کہ وہ ہار گئے۔ مگر بھاگتے وقت وہ پُھرتی سے زین پہ پیچھے کو منہ کر کے تیروں کی بوچھاڑ کرتے جاتے ہیں۔ جب وہ بہت سے لوگوں کو قتل کر لیتے ہیں تو جتھہ باندھ کر حملہ کرتے۔ اور نعرے لگاتے جاتے ہیں۔ اور تھوڑی ہی دیر میں میدان جیت لیتے ہیں۔

خیر گڑے ہوئے مردے اوکھاڑنے سے کیا فائدہ ہم خود بابر کے خصائل کو کیوں نہ لیں جسکی زندگی کے حالات اور واقعات اہل ہند کے دلوں میں تازہ ہیں۔ بابر کو تیس سال جنگ وجدال میں گذارنا پڑے۔ اس عرصہ میں جتنے دریا لڑائیوں کے اوس کے سامنے آئے وہ اُن سبکو تیر کر عبور کر گیا مگر شاہجہان کے زمانہ میں مغلوں کے خصائل بالکل بدل گئے تھے۔ جہانگیر کی شراب خوری اور عیش پرستی نے وہ برا اثر پیدا کیا۔ کہ سارے مغل عیش پرست بن گئے۔ اون میں بابر کی سی جرات نہ رہی۔ یہاں تک کہ شاہجہان اور پھر اورنگ زیب کے زمانہ میں مغل سپہ سالار بجائے ہاتھی اور گھوڑے کی سواری کے جنگ میں پرتکلف لباس زیب تن کر کے اور پالکیوں میں سوار ہو کر جانے لگے۔ گویا ایک طرح اونکی طبیعتوں میں وہم پرستی اور حیلہ جوئی سما گئیں +

اورنگ زیب کی پہلی غلطی

اورنگ زیب کی پہلی غلطی۔ جو مغلیہ خاندان کے زوال کی ابتداء کہی جا سکتی ہے۔ یہ تھی۔ کہ اوس نے راجپوتوں سے قطع تعلق کر لیا۔ اگر وہ چاہتا تو ان کمزور مغلوں کی جگہ سخت جان راجپوتوں سے فوجی کام لے سکتا کیونکہ راجپوتوں میں اوسکے زمانہ تک اور نیز اوس کے بعد تک بھی اونکے اسلاف کے جنگی جوہر پائے جاتے تھے۔ راجپوت اپنے مذہبی ڈھکوسلوں اور رسم و رواج کے مقابلہ میں جان و مال کو تصدق کر دیتے تھے اگر اورنگ زیب نے مورث اکبر کی مانند راجپوتوں کے مذہبی اور ملکی رسوم کی عزت و لحاظ کرتا۔ تو راجپوت اوسی طرح اوس کے وفادار اور جان نثار بنے رہتے جس طرح کہ اکبر کے بنے رہے

تھے لیکن اورنگ زیب کو یہ امر ہرگز گوارا نہ ہوا۔

اکبر کی ایجاد کردہ رسم منصبداری کا نتیجہ یہ نکلا کہ صوبوں کی گورنری ایک ہی خاندان میں منتقل ہونے لگی۔ گویا زور آوروں نے دوسرے کے حقوق اور منصب غصب کر لیے اور صوبوں نے یہاں تک لوگوں پر قدرت حاصل کر لی کہ بادشاہ وقت بالائے طاق دھرے کے دھرے رہ گئے۔ دراصل صوبہ ہی بادشاہ سمجھا جانے لگا۔ وہی اپنے دائرہ حکومت کا مطلق العنان مالک و مختار مانا جاتا تھا۔ مغلوں میں یہ طاقت کہاں تھی۔ کہ اس وبا کو ملک بدر کر سکتے وہ تو عیش و عشرت کے غلام بنے ہوئے تھے جس نے ان کے جسمانی۔ اخلاقی اور عقلی قوائے کو بالکل خراب کر دیا۔ ان میں آفات اور مصائب کے مقابلہ کی سکت باقی نہ رہی تھی۔ یہ رسم بھی ایک طرح مغلیہ خاندان کے زوال کا باعث ہوئی۔ اگر اورنگ زیب راجپوتوں سے میل رکھتا تو ان کی مدد سے اس رسم کو بھی مٹا سکتا تھا۔

اورنگ زیب لقب عالمگیر کا مستحق نہ تھا

مسلمان بادشاہوں میں رسم ہے۔ کہ وہ پیدائشی نام کے علاوہ ایک اور نام سن جلوس کے وقت رکھتے ہیں۔ اکثر سن جلوس کے نام ہی سے ان کی شہرت ہوتی ہے اور اصلی نام کو کوئی جانتا تک بھی نہیں۔ چنانچہ جب اورنگ زیب تخت شاہی پر متمکن ہوا۔ تو اس نے اپنا لقب "عالمگیر" رکھا جس کے معنے ہیں سارے عالم کو قابو میں کرنے والا۔ اگر "عالمگیری" تلوار کی فتوحات کا نام ہے تو نپولین بونا پارٹ۔ سلطان بایزید خاں یلدرم۔ سکندر اعظم۔ شارلیمین۔ ملکہ وکٹوریہ۔ چنگیز خان۔ تیمور لنگ۔ قبلائی خاں وغیرہ میں سے ہر ایک "عالمگیر" کے لقب کا مستحق ہو سکتا ہے کیونکہ ملکی فتوحات کے لحاظ سے اورنگ زیب تو ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچا۔ اسے ہر جنگی مہم میں ناکامی رہی بلکہ وہ اپنے بزرگوں کے ملک کو بھی نہ محفوظ رکھ سکا۔ مگر ہمارے خیال سے فتوحات کا نام "عالمگیری" نہیں ہے سچا عالمگیر وہی ہے جو دلوں کو تسخیر کرتا ہے۔ کیونکہ کسی بڑے زبردست حکیم کا قول ہے کہ حکومت زمانوں پر حکمرانی کرتی ہے مگر محبت دلوں پر۔ اگرچہ مذکورہ بالا اور نیز دیگر بڑے بڑے فرمانرواؤں میں سے اکثروں نے "محبت"

کو ایک حد تک نبھایا۔ لیکن ہمارا عالمگیر تو محبت کے نام سے بھی آشنا نہ تھا۔ ہم آگے چلکر دیگر واقعات اور وجوہات سے بھی یہ نتیجہ نکالینگے کہ اورنگ زیب نے اپنے کو عالمگیر کے معزز لقب کا مستحق نہیں ثابت کیا بلکہ اسکا ضد ٭

اورنگ زیب کا جانشین

اورنگ زیب کے بعد اوسکا بیٹا معظم شاہ عالم بہادر شاہ کے لقب سے تخت شاہی پر رونق افروز ہوا۔ وہ ۱۶۴۳ء میں پیدا ہوا۔ ۱۷۰۷ء میں تخت شاہی پر متمکن ہوا۔ اور ۱۷۱۲ء میں فوت ہوا ٭

شاہجہان کے بیٹوں کے خصائل

شاہجہان کا سب سے بڑا بیٹا داراشکوہ تھا۔ وہ طبیعت کا فیاض۔ اور مزاج کا مہربان تھا۔ مذہبی خیالات کے لحاظ سے وہ برہمنوں اور عیسائیوں کا بھی معتقد تھا۔ اوس نے ایک رسالہ دینیات پر لکھا تھا جس میں مختلف مذاہب کا آپس میں مقابلہ کر کے یہ نتیجہ نکالا تھا۔ کہ کفر و اسلام دونوں توام نہیں ہیں۔ اگرچہ یورپ کے مؤرخوں نے داراشکوہ کے مذہبی خیالات پر اعتراض کئے ہیں۔ کہ اوسکی رائے مذہب کے بارے میں متزلزل تھی لیکن داراشکوہ کے طرز عمل۔ چال چلن اور خیالات سے یہ بات ٹپکتی ہے۔ کہ وہ استحکام سلطنت کے لئے ہر ضروری بات کو روا رکھتا۔ وہ اکبر کے قدم بقدم چلنا چاہتا تھا۔ اگر وہ وارث تاج و تخت ہوتا تو یقین کیا جاتا ہے کہ مغلیہ خاندان کی حکومت کو ہندوستان میں اسقدر جلد زوال کی رونمائی نہ ہوتی جسقدر جلد کہ اورنگ زیب کے ہاتھوں سے تباہی آئی۔

شجاع۔ تیز فہم۔ دور اندیش۔ چست و چالاک اور بہادر تھا۔ اوسے ہندو سرداروں پر مہربانی ڈالنی آتی تھی۔ اوس نے مارواڑ کے راجہ جسونت سنگھ کو جو اوس زمانہ میں سرآمد راجگان ہند کہلاتا تھا۔ اپنا حامی مددگار بنا لیا تھا۔ وہ ایرانیوں کو اپنا گرویدہ بنانے کے لئے اپنے کو شیعہ کہا کرتا تھا۔ لیکن اوس کی ذات میں سب سے بڑا یہ نقص تھا۔ کہ وہ عیش پرستی کو اپنا شعار سمجھتا تھا۔ وہ زنان خانہ کے اندر جا کر متعدد بیویوں میں رات رات اور دن دن بھر رقص و سرود اور مے نوشی میں گذار دیتا تھا۔ اس لئے کاروبار سلطنت میں اکثر ابتری واقع ہوتی تھی۔ اور یہ سچ بھی ہے۔ کہ جو بادشاہ بذات خود اپنی رعایا میں نہیں آتا۔

خود اون کے معاملات کی سماعت نہیں کرتا۔ وہ حکومت بھی نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں میں ایک خلیفہ گذرا ہے جسکا نام منصور تھا۔ اوس میں ایک یہ خوبی تھی۔ کہ جب تک کسی مہم کو فتح نہیں کر لیتا تھا۔ عورت کا منہ نہیں دیکھتا تھا۔ عورت کی ذات بڑی موہنی ہے۔ اور مرد کا کام دیو بڑا سرکش ہے۔ ان دونوں میں لاگ ہے جیسی کہ آگ کو پھونس سے بھلا جو شخص دن بھر یا رات بھر عورتوں میں بیٹھے گا۔ وہ انسانی جامہ اور حواس میں کیسے رہ سکے گا۔ ایکاش شجاع خلیفہ منصور کی تقلید کرتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ شجاع اپنے مورد عنایات کو خلعت اور انعامات دینے کا بھی عادی تھا +

مراد سب سے چھوٹا۔ مگر شیر مرد بیباک اور نڈر تھا۔ کسی خطرے کو خیال میں بھی نہیں لاتا تھا۔ میدان جنگ میں اسکی دھاک بندھ جاتی تھی۔ اور دشمن اوس کا لوہا مان جاتے تھے۔ دراصل وہ سپہ سالاری کے لایق تھا۔ لیکن امور سلطنت میں اسکی عقل بھدی تھی اسے امور سلطنت سے مس ہی نہ تھا۔ مزید براں وہ شرابی پرلے درجہ کا تھا۔ خم کے خم لنڈھا یا کرتا تھا۔ شراب میں ہر وقت مست و مخمور اور چور رہتا تھا۔ گویا شراب خانہ خراب اسکا اوڑھنا بچھونا تھا۔ کہتے ہیں۔ کہ وہ شراب کے نشہ میں حافظ شیرازی کے ان شعروں کو جھوم جھوم کر پڑھا کرتا تھا ؎

ساقیا برخیز و در دہ جام را + خاک بر سر کن غم ایام را۔
گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں + ما نمے خواہیم ننگ و نام را۔

اورنگ زیب عاقل و فرزانہ۔ صاحب حوصلہ۔ مدبر۔ کوتاہ اندیش عیار۔ ظاہر کا صاف اور باطن کا گندہ۔ گویا گندم نما اور جو فروش کی سچی مصداق و مثال تھا۔ وہ مذہبی خیالات میں دیوانہ تھا۔ اور بہشت بریں میں داخل ہونے کی لونگی رہتی تھی +

بیگم جہان آرا و بیگم روشن آرا

شاہجہان کے شاہی محل کے اندر یہ دو بیگم بڑی بارسوخ تھیں۔ بیگم جہاں آرا کا شاہجہان کے اوپر زیادہ زور تھا۔ اوس نے شاہجہان کی بڑی خدمت کی تھی۔ اور خصوصاً اوسکے آخری ایام علالت میں

نا مسلمانوں لوہ دارا شکوہ کی بڑی حامی و مددگار تھی - برعکس اس کے بیگم روشن آرا دارا شکوہ
ی کہ جب اور شجاع دونوں سے حسد رکھتی تھی - وہ اورنگ زیب کی مددگاری میں ہر
ت کی ذات ئم مستعد رہتی تھی - اور دربار کا ذرا ذرا سا حال اورنگ زیب کو لکھ بھیجتی تھی
لاگ سے ان دونوں بیگموں نے شاہجہان کے آخری ایام میں اور اوسکی وفات
بیٹھے گا سے بعد بھی دارا شکوہ اور اورنگ زیب کی تخت نشینی میں بڑی مدد کی +

اورنگ زیب
ولادت

اورنگ زیب ۲ نومبر ۱۶۱۸ء میں مالوہ کی سرحد پر مقام دہد
میں رات کے وقت پیدا ہوا - اوسوقت اوسکا باپ شاہجہان
وبہ دکھن کی گورنری پر تعینات تھا +

شاہجہان نے اپنے باپ جہانگیر سے بغاوت کی - مگر بعد میں اس شرط
پر دونوں میں صلح کل ہوگئی کہ شاہجہان اپنے دو بیٹے یعنے اورنگ زیب
اور دارا شکوہ بیر غمال بنا کر آگرہ کے دربار میں بھیجدے (دسمبر ۱۶۱۵ء)
یہی وجہ ہے کہ ان دونوں شاہزادوں کو امور ملکی میں بڑا ملکہ حاصل ہوگیا
ا۔ دربار شاہی کی حاضری - جہاں ہر دم اون کی نگاہوں کے سامنے امور
لنت ہی پیش رہتے تھے - اورنگ زیب جب تک نورجہاں کی حاسد
ہوں کے سامنے اپنے دادا کے دربار آگرہ میں تھا - اوسوقت کا اوس کا
ی صحیح حال معلوم نہیں کہ اوسے کس طرز پر گذرا وقات کرنی پڑی - اوسکے
تھ کیا کیا سلوک ہوئے - مگر یہ امر تو یقینی ہے - کہ اوسے دربار سے قرب
سل رہا +

اورنگ زیب کو جیسی کہ مشرقی ممالک کی رسم ہے قرآن وحدیث اور
عربی زبان میں صرف ونحو کی تعلیم دی گئی - جو مشرقی ملکوں میں دینداری
کی تعلیم سمجھی جاتی ہے - اوسے فارسی میں اچھی لیاقت حاصل ہوگئی تھی
اگرچہ وہ نظم کا بڑا شایق نہ تھا - مگر اچھے شعر کہ لیتا تھا - تاہم نثر کا دلدادہ
خود بھی بہت اچھی نثر لکھ لیتا تھا - اوسکی فارسی کی نثر جس کا نمونہ
ت عالمگیری ہے - ہندوستان میں مقبول عام ہے - مذہبی تعلیم کے لحاظ
لی طرف اوسکا میل خاطر زیادہ تھا - وہ مسلمانوں کے پابند شرح اور صوفی تھا -

اورنگ زیب کی کاروباری زندگی
کی ابتدا اور دکھن کی گورنری

اوس نے شرع میں ایک کتاب لکھی ہے جسے "فتاوے عالمگیری" کہتے ہیں +

اورنگ زیب ابھی ۲۴ سال کا بھی نہ ہونے پایا تھا - کہ وہ دکھن کی گورنری پر مامور کیا گیا - اور اوس کے زمانے کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عقبیٰ کا بہت ہی اشتیاق تھا - بلکہ ۱۶۴۳ء میں جب وہ ۲۴ سال کی عمر کو پہونچا - تو اوس نے دنیا سے دست بردار ہوجانے کا اعلان کردیا - اور مشرقی گھاٹ میں ایک جگہ گوشہ نشینی اختیار کر کے مسلمان فقیروں یا عارفوں کی سی زندگی بسر کرنے لگا اوسکی اس حرکت سے اوسکا باپ شاہجہان بیحد ناخوش ہوا - کیونکہ اوسکے خیال کے موافق اسکا اثر دوسرے بیٹوں پر بھی پڑتا تھا - جو سلطنت کے لئے سخت مضر تھا - بھلا گوشہ نشینی اور ملک داری سے کیا نسبت؟ اور اُس نے اورنگ زیب کی تنخواہ بند کر کے اس کی املاک ضبط کر لی - اور اسے گورنری سے علیحدہ کر دیا - اگرچہ ظاہراس تمام زہد تقوے کا یہی مطلب ہو سکتا ہے - کہ اورنگ زیب خدا پرستی پر مائل تھا - لیکن غایر نظر سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس نے تخت حاصل کرنے کی ابتدائی باتوں کی بنیاد اس گوشہ نشینی کے پردے میں ڈالی - جسکا اظہار آگے چل کر خود اوس کے طرز عمل اور اس سلوک سے ہوتا ہے - جو اُس نے اپنے بھائیوں کے ساتھ اپنے باپ کی وفات پر تخت و تاج کی جنگ میں کیا تھا +

خیر ایک سال تو اورنگ زیب نے اسی حالت میں کاٹ دیا - لیکن جب اوسے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اوس کی گوشہ نشینی سے دست اوس کے کام نہیں آسکتی - تو اوس نے اوسے سلام کیا اور اپنے باپ کی حکم برداری پر آمادہ ہو گیا - اور صوبہ گجرات کی گورنری کرنے لگا - اور اسکے ایک سال بعد جنگ میں سب سے آگے نظر آیا - اگر فی الحقیقت وہ عارف - صوفی یا خدا پرست ہوتا تو باپ کے غصے اور ناخوشی کی اوسے مطلق پرواہ نہ ہوتی اور وہ اپنے مطلب سے ہرگز ہاتھ نہ اوٹھاتا - بھلا خدا پرست طبیعتوں پر کسی کی ناخوشی - حکم یا دباؤ غالب آسکتے ہیں +

اورنگزیب کا منصب اور بدخشاں کو جانا

سنہ ۱۶۴۷ء میں شاہجہان نے اورنگ زیب کو پندرہ ہزار پیادوں اور دس ہزار سواروں کا منصب عطا کیا۔ اور اس کے بعد ہی اوسے صوبہ بلخ و بدخشاں کی گورنری پر مامور کیا جو اس سے کچھ ہی پہلے فتح کئے گئے تھے +

بلخ و بدخشاں کے صوبے بابر کی میراث تھے شاہجہان کی لو لگی ہوئی تھی۔ کہ ان صوبوں پر اپنا سکہ بٹھانے کے بعد سمرقند کو فتح کرے جو اُسکے جد امجد تیمور لنگ کی سلطنت کا پایہ تخت رہ چکا تھا اور اس کے زمانہ میں خاندان اُذبک کے قبضے میں تھا۔

جب اورنگ زیب بدخشاں پہونچا۔ تو اوسے معلوم ہوا کہ کوہستانی اقوام جو نہایت سخت جان اور سرکش تھیں۔ اوسے وہاں حکمرانی نہیں کرنے دینگی اسلئے خاندان اُذبک سے جو وہاں فرمانروا تھا۔ کچھ قرار داد کر کے اورنگ زیب وہاں سے لوٹ دیا۔ مگر راستہ میں کوہستانیوں سے مٹ بھیڑ ہو ہی گئی جنہوں نے اورنگزیب کی بہت سی فوج کاٹ ڈالی اس مہم میں کوئی ۳۰ لاکھ روپیہ صرف ہوا۔

قندھار کے لئے جنگ

جس وقت ہندوستان میں مغلیہ خاندان کی حکومت تھی قندھار اور ہرات میں ایرانی خاندان دُرانی کی سنہ ۱۶۳۸ء میں ایرانیوں کا گورنر علی مردان اون سے بگڑ گیا۔ اور اُس نے صوبہ قندھار جو اوسکی گورنری میں تھا۔ مغلوں کے حوالہ کر دیا۔ علی مردان نے شاہجہان کی بہت سی جنگوں میں بہت مدد کی۔ نہر جو شہر دہلی میں سے ہو کر گذرتی ہے وہ علی مردان کی یادگار اور اوسکی فیاضی ہوئی ہے۔ ایرانیوں کو صوبہ قندھار نکل جانے پر بڑا قلق ہوا اونھوں نے اپنے رقیبوں سے مدد لے کر سنہ ۱۶۴۸ء میں قندھار کا محاصرہ کر لیا +

اورنگ زیب مع وزیر سعد اللہ علامی اور راجہ جسونت سنگھ اور اوس کی راجپوت سپاہ کے قندھار کو خلاصی دینے کی غرض سے روانہ کئے گئے۔ مغلوں کی فوج میں ۶۰ ہزار سوار اور ۱۵ ہزار پیادہ اور ایک توپ خانہ تھا۔ مگر مغلوں کی فوج کے پہونچنے سے پہلے ہی ایرانیوں نے قندھار پر قبضہ کر لیا تھا۔ ماہ مئی سنہ ۱۶۴۹ء میں لڑائی شروع ہوئی اور قلعہ اوڑانے کے لئے سرنگیں کھودی

گئیں۔ لیکن ماہ دسمبر میں موسم سرما کی آمد نے فوجی نقل وحرکت اور کاروائی کو بیکار کردیا۔ ہندوستان کی فوج وہاں کے سخت جاڑے کا مقابلہ نہ کرسکی اور اورنگ زیب کو قندھار سے ہٹ کر کابل جانا پڑا۔

۱۶۵۲ء تک مغل سپاہ ایرانیوں کا کچھ بھی نہ کرسکی مگر سنہ ۱۶۵۲ء میں موسم گرما کی آمد کے ساتھ ہی قندھار کو چھین لینے کی کوشش شروع ہوئی اورنگزیب اور سعداللہ دونوں کی پھر ماموری کی گئی اور بے شمار فوج کے ساتھ جس میں ۸ بڑی اور ۲۰ چھوٹی توپیں اور ۳۰ ہزار سانڈنی سوار بھی تھے۔ قندھار پر دھاوا بولدیا گیا۔ مگر کوہستانیوں نے مغلوں کی فوج کو مغلوب ہی رکھا ہر موقع پر اوس کے چھکے چھوڑا دیئے گئے۔ القصہ دو ماہ اور آٹھ دن کے بعد ناکامی کے ساتھ مغلوں کو وہاں سے واپس ہونا پڑا +

ان معرکوں سے اورنگ زیب کو بڑا تجربہ حاصل ہوا۔ اوسے اپنی جوانمردی کا سکہ بیٹھانے کا بھی خوب موقع ملا۔ اوّل اوّل تو وہ برائے نام سپہ سالار رہا۔ اور جے سنگھ۔ علی مردان۔ اور سعداللہ سپہ سالاری کرتے رہے مگر بعد میں ایسے موقع پیش آئے۔ کہ اورنگ زیب کو بھی اون میں تندہی اور توجہ کے ساتھ حصہ لینا ہی پڑا جس سے اوس کے استقلال۔ بہادری وغیرہ میں زیادتی ہوگئی۔ اور وہ ہندوستان کے سپہ سالاروں میں یکتا مانا جانے لگا۔ جیسے کہ لارڈ اسٹوارٹ اور لارڈ رابرٹش انگلستان میں یکتا مانے جاتے ہیں اور لوگوں کی رائے قرار پائی کہ وہ آئندہ بادشاہ ہوگا +

[illegible]

ان معرکوں کے بعد اورنگ زیب پھر اضطراب صوبہ دکھن کا گورنر مقرر کیا گیا۔ مگر اس زمانے یعنے سنہ ۱۶۵۵-۱۶۵۷ء کا حال آگے بیان کیا جائے گا۔ المختصر یہ کہ اوس نے اس گورنری کے زمانہ میں جو سلوک گولکنڈا اور بیجاپور کی اسلامی سلطنتوں کے ساتھ کیا اوس کے باعث وہ ایک لائق سپہ سالار اور مدبر تسلیم کیا گیا +

شاہجہان کی وفات اور تخت کی جنگ

شاہجہان کی وفات سنہ ۱۶۵۷ء میں ہوئی۔ اگرچہ اوس کی عدالت ہی میں اوس کے چاروں بیٹوں میں تخت کی جنگ

چھڑ گئی تھی - لیکن بعد وفات اوسکا خاتمہ ہوکر اورنگ زیب مالک تاج و تخت قرار دیا گیا +

تخت حاصل کرنے کی کوشش کوئی بچوں کا کھیل نہ تھا - کیونکہ چار حقدار تھے - اور وہ بھی آزمودہ کار -

شجاع حاکم بنگالہ - اورنگ زیب حاکم دکھن مراد حاکم گجرات - دارا شکوہ حاکم ملتان و قندھار - مگر ضروریات ملکی کے باعث دارا شکوہ کو دہلی میں رہنا پڑتا تھا - دراصل شاہجہان کا حقدار جانشین بھی وہی تھی +

شاہجہان کے ایام علالت میں بیگم جہاں آرا اور بیگم روشن آرا - اپنے اپنے منصوبے گانٹھ رہی تھیں - فوجیں تیار کرا رہی تھیں - دارا کا رسوخ شاہجہان کی پیرانہ سالی کے باعث اراکین دربار میں زیادہ ہو گیا تھا - قندھار کے آخری حملہ کے بعد دارا کے اعزاز میں ایزادی کر دی گئی تھی - اوسے "شاہ بلند اقبال" کا خطاب عطا کیا گیا - خلعت دیا گیا جس میں ۵ ہزار کے جواہرات ٹکے ہوئے تھے - پگڑی کے لیئے ایک بیش قیمت ہیرا بھی دیا گیا اور تخت شاہی کے نیچے ایک زریں کرسی اوس کے لیئے بچھائی گئی جسپر وہ سر دربار بیٹھا کرتا تھا - سوائے اوس کے شاہی خاندان کے دوسرے شخص کو سر دربار بادشاہ کے سامنے بیٹھنے کی اجازت نہ تھی +

دارا شکوہ شاہجہان کے ایام علالت میں کاروبار سلطنت بھی انجام دیتا رہا اور یہ باتیں گویا اوس کے آئندہ فرمانروا ہونے کی علامات تھیں -

شاہجہان کی موت کی افواہ

شاہجہان طویل علالت کے باعث دربار میں آنے سے قاصر رہا - لوگوں میں اس غیر حاضری کے عجیب عجیب معنے تراشے جانے لگے بلکہ بعض اراکین سلطنت کو تو یہ یقین ہو گیا - کہ شاہجہان فوت ہو چکا ہے اور دارا شکوہ نے اپنے بھائیوں کو موقع نہ دینے کے لیئے اوسکی موت کو بطور راز کے مخفی رکھنے کی کوشش کی ہے - شدہ شدہ اس شبہ کی خبر دارا شکوہ کو بھی ہو گئی اور اوس نے لوگوں کو یقین دلانا چاہا کہ بادشاہ ابھی زندہ ہے - لیکن اسی عرصہ میں یہ افواہ سارے ملک میں پھیل گئی تھی

دونوں بیگموں کی کاروائیوں نے جو وہ اپنے اپنے آوردوں کے حق میں کر رہی تھیں - اس افواہ کو اور بھی شہرت دیدی اور اب تینوں بھائیوں نے سپاہ فراہم کرنا شروع کردی - جب دارا شکوہ کو ان کی کاروائیوں کا علم ہوا - تو وہ بھی چوکس ہو بیٹھا +

شجاع کا اعلان سب سے پہلے شجاع نے جو حاکم بنگالہ تھا - اعلان کیا کہ دارا شکوہ نے شاہجہان کو زہر سے ہلاک کردیا اور فوج لے کر آگرہ کی طرف بڑھا شاہجہان نے اوسے پیغام بھیجا کہ میں زندہ ہوں - مگر اوسے یقین نہ آیا بلکہ اس خبر کو اوس نے دارا شکوہ کی چال سمجھا +

اورنگ زیب کی چال مگر اورنگ زیب نے بالکل ہاتھ پاؤں نہ نکالے بلکہ چپکا بیٹھا ہوا بھائیوں کی کاروائیوں کو دیکھا کیا - وہ ان کی پیش قدمی اور ان کے ارادوں کو تاڑتا رہا - وہ اون کی طبیعتوں سے خوب واقف تھا دارا نے اورنگ زیب کے مکان واقع دہلی پر قبضہ کر کے اوس کے گماشتے کو قید کرلیا - مگر اس خیال سے کہ کہیں وہ اپنے آقا کی خیر خواہی میں نہ اُٹھ کھڑا ہو اس پر بھی اورنگزیب نے کچھ نہ کیا - وہ جانتا تھا کہ تخت تک پہونچنے کے لیئے بہت سی دشواریوں اور مشکلات کا سامنا ہوگا -

جب شجاع اور مراد اپنی اپنی سپاہ لے کر پایہ تخت کی طرف بڑھتے آتے تھے - تو دارا جلدی سے تخت پر بیٹھ گیا اور شاہی فوج اون دونوں کے مقابلہ اور سرکوبی کے لیئے روانہ کردی ماہ دسمبر ۱۶۵۷ء میں راجہ جے سنگھ کیساتھ اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو شجاع کے مقابلہ کے لیئے اور مارواڑ کے راجہ جسونت سنگھ اور قاسم خاں کو مراد کے مقابلہ کے لیئے روانہ کیا - اورنگ زیب بڑا ہی چالباز تھا - دارا کو سب سے زیادہ اوسکا خوف تھا یہ اوس نے اسلیئے کیا - کہ مراد اور اورنگ زیب کے درمیان سلسلہ رسل و رسایل نہ جاری رہ سکے - دارا کو اسوقت بہت ہی تفکرات کا مقابلہ تھا - بہتر ہوتا - کہ وہ سب سے پہلے اورنگزیب کی روک تھام کرتا - لیکن اسوقت اوسے شجاع کی طرف سے یہ خوف پیدا ہوگیا تھا - کہ کہیں وہ پایہ تخت پہونچکر شاہجہان کو حراست میں نہ لے لے اگر شجاع

کو اس میں کامیابی ہوگئی۔ تو اوسکا سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائیگا۔ اس لئے وہ پایہ تخت سے دور نہ رہا۔

خیر شجاع کے حوصلوں کو تو راجہ جے سنگھ نے پست کردیا۔ اور اوسے بنارس کے نزدیک شکست فاش دی۔ شجاع صبح کو خواب گاہ سے باہر نہ نکلا تھا کہ راجہ جے سنگھ نے اوس کے لشکر پر چھاپا مارا۔ شجاع کی فوج گھبراہٹ اور پریشانی کے باعث جے سنگھ کی فوج سے تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگ گئی۔ اور شجاع کو خطرہ میں چھوڑ گئی۔ جسوقت شجاع کو یہ معلوم ہوا۔ تو اوس نے بچی کھچی فوج فراہم کرکے راجہ جے سنگھ کا مقابلہ کیا۔ مگر منہ کی کھائی۔

جب اورنگ زیب کو معلوم ہوا۔ کہ مراد کے مقابلہ میں ایک بڑی فوج بسر کردگی۔ راجہ جسونت سنگھ اور قاسم خاں سے آزمودہ کار سپہ سالاروں کو روانہ کی گئی ہے۔ تو اوس نے مراد کو خط لکھا جس میں اوسے سوات پر قبضہ کرلینے پر مبارکباد دی اور یہ بھی لکھا۔ کہ "تم نے ہمارے بدمعاش و بے حیا بھائی دارا کی بے حمیتی اور ناخدا ترسی کے مقابلہ کے لئے جو کچھ ارادہ کیا ہے اوس میں مجھے اپنا مددگار سمجھو۔ ہمارا باپ ابھی تک زندہ ہے۔ اور ہم دونوں کا فرض ہے کہ ہم اوسکی مدد کریں اور اوس سرکش سے غرور تکبر اور شوخی و گستاخی کی اوسے قرار واقعی سزا دیں۔ اس کے بعد تمام سلطنت کرنا اور میں مکہ کو چلا جاؤنگا راجہ جسونت سنگھ کی فوج پر فوراً حملہ کردیا جائے۔ میں تمہاری فوج سے دریائے نربدا پر مل جاؤنگا۔" اور میرے اور تمہارے درمیان خدا کا کلام ہے ۔" اور ساتھ ہی ایک لاکھ روپیہ اپنی صداقت اور وفاداری کے ثبوت کے لئے اوس کے پاس بھیجدیا۔

یہ خبر سنتے ہی مراد جامہ سے باہر ہوگیا۔ اوس نے سمجھا کہ اب تک تو میں اکیلا تھا۔ مگر اب ایک سے دو بھلے رہینگے۔ اور دارا شکوہ پر بھاری پڑینگے۔ سلطنت کی جنگ میں مجھے ضرور فتح نصیب ہوگی۔ میں راج کروں گا اورنگ زیب جو ایک صوفی اور خدا پرست ہے مکہ چلا جائیگا۔ مگر اوسے کیا کیا خبر تھی کہ اس پیام کی آڑ میں اورنگ زیب کیا شکار کھیلنا چاہتا تھا۔ آیا

وہ واقعی اپنے وعدہ کو نبھائے گا یا اوسکا بیڑا منجدھار میں غرق کرے گا اوسے کیا پتہ تھا۔ کہ عارفانہ رنگ میں اوس کے لیئے جنگ ہو گا۔ اوس نے صدق دل سے اورنگ زیب کے پیغام کو قبول کر لیا۔ اور اپنی آیندہ مرادوں کے پورا کرنے کی فکر میں لگ کر دریائے نربدا کی طرف فوج کا کوچ بولدیا۔

اورنگ زیب اپنے وعدے کے موافق آخر ۱۶۵۸ء برہان پور سے معہ فوج کے چلدیا۔ اور دونوں فوجیں نربدا سے چلکر ماہ اپریل کے آخر میں مقام دھرمت پور واقع ملک اوجین میں دشمن کی فوج سے مقابل ہوئیں۔ شاہجہان ابھی زندہ تھا۔ اوس نے جو فوج کشیوں کا حال سنا تو آگرہ سے اورنگ زیب کے نام پیغام بھیجا کہ وہ اپنے ملک دکھن کو واپس چلا جائے اور مراد کو بھی گجرات واپس بھیجدے۔ لیکن دونوں بھائیوں نے اس پیام کو دارا کی طرف سے سمجھا۔ اور خیال کیا۔ کہ یا تو شاہجہان فوت ہو چکا یا قریب المرگ ہے۔ اور اب چونکہ میدان میں آ گئے ہیں۔ اس لیئے دارا کو سزا دے ہی چلیں۔

چال خالی گئی اورنگ زیب بڑا عیار تھا۔ اوس کے داؤں گھات اور اوس کی چالیں غضب کی ہوتی تھیں۔ اس وقت اوسے ایک چال سوجھی جب اوس نے ایک پُر از حیلہ پیغام کی صورت میں راجہ جسونت سنگھ کے پاس بھیجدیا۔ کہ میں اپنے باپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ مجھے ملک کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ اسلیئے یا تو تم میرے ساتھ اوس کے پاس چلو۔ یا میرے لیئے راستہ چھوڑ دو تاکہ مفت میں کشت و خون نہو۔ مگر اس پیغام کا جواب راجہ جسونت سنگھ نے اوسکی منشا کے خلاف دیا۔ اور جا نبین سے جنگ کی تیاریاں شروع ہوئیں +

چال چل گئی رشوت مشرقی ممالک میں غارتگری کا کام دیتی رہی ہے۔ اگرچہ مغربی ممالک میں بھی رشوت کی بدولت بہت سوں کو کامیابی اور بہت سوں کو ناکامی نصیب ہوتی رہی ہے۔ اور خصوصاً معاملات ملکی۔ اور خواہش حکمرانی میں۔ لیکن مشرقی ممالک میں اس موذی نے قدم اچھی طرح جمائے اور اب تک اسکا دور دورہ ہے۔ جب اورنگ زیب نے دیکھا کہ راجہ جسونت سنگھ اوس کی داؤں پر نہیں چڑھا۔ اور چال خالی پڑی۔ اور ایک خونریز جنگ کا سامنا

کسی طرح سے نہیں ٹل سکتا تو اوس نے رشوت کے ذریعہ کامیابی اور اپنی منشائے دلی حاصل کرنی چاہی - اوس نے دارا کی فوج کے سپہ سالاروں کے پاس خفیہ پیغام بھیجے - کہ اگر وہ اوسکا ساتھ دیں تو دولت و منصب سے مالا مال اور نہال کر دیئے جائینگے - اور جو لوگ اسباب پر آمادہ ہو گئے - اون کو بیعانہ کے طور پر تھوڑی تھوڑی رقمیں بھی بھجوا دی گئیں - اور اب کچھ سپہ سالار دارا کی عدول حکمی کرنے لگے - اور راجہ جسونت سنگھ کو جو دارا کی طرف سے فوج کی سرغنائی پر مقرر کیا گیا تھا - ایسی تدبیریں جتانے لگے - جو اولٹی پڑتی ہوئی نظر آتی تھیں - سچ ہے روپئے کی بڑی مار ہوتی ہے +

راجہ جسونت سنگھ کی غلطی

جس وقت اورنگ زیب کی فوج دریائے نربدا پر پہونچی ہے - تو معلوم ہوا - کہ راجہ جسونت سنگھ بھی اپنا لشکر کثیر لیئے ہوئے دریا کے پاس کوئی ایک میل کے فاصلہ پر پڑا ہوا ہے مگر ابھی تک مراد کی فوج وہاں نہیں پہونچی تھی - اگر جسونت سنگھ اسوقت اورنگ زیب کی فوج پر حملہ کر دیتا تو بہت ہی اچھا ہوتا - اور مغلیہ خاندان کی حکومت کا رنگ ہی بدل جاتا - دارا بھی ایک چھوٹا موٹا اکبر ہوتا - ہندوؤں کی وفاداری اور یکجہتی دونوں قایم و برقرار رہتیں - سلطنت کو استحکام ہوتا اور انگریزی تجارت کے قدم جو ہندوستان میں انگریزی حکومت کے قایم ہونے کا پیش خیمہ تھے - نہ جم سکتے +

راجہ جسونت سنگھ بذات خود تو حملہ کرنے کو تیار تھا - لیکن مکرتا گیا - شاہجہان جو اوسکا رفیق تھا - اوس نے اوسے پیش قدمی کرنے کی اجازت نہ دی اور وہ مجبوراً دو تین دن تک دریائے نربدا پر پڑا رہا - اورنگ زیب کے لیئے یہی دو تین دن کا زمانہ غنیمت تھا - کیونکہ اسی عرصہ میں مراد کی فوج اورنگ زیب کی فوج سے آملی - اور اوسکے ساتھ سارا گجرات اُمنڈ آیا -

اگرچہ دارا کے قائمقام راجہ جسونت سنگھ کے ساتھ بھی بہت سا لشکر تھا - لیکن مثل مشہور ہے کہ دو دل یک شود بشکند کوہ را - پراگندگی آرد انبوہ را - جسونت سنگھ کے مقابلہ میں اورنگزیب اور مراد ایک جھوڑ

دو حریف موجود تھے - اور اُسپر اورنگزیب کی عیاری خیر جنگ چھڑی کشت و
خون ہوئے - راجپوت بڑی جانبازی کے ساتھ لڑے - مگر جسونت سنگھ نے
شکست فاش کھائی - ۸ ہزار نبرد آزماؤں میں سے کٹتے کٹتے صرف ۶ سو
باقی رہ گئے - اگرچہ دارا کی فوج کے نمک حرام سپہ سالاروں نے ظاہرا تو
اورنگ زیب کا ساتھ نہیں دیا - تاہم درپردہ اون موقعوں سے آنکھ چرا چرا
گئے - جو دارا کے موافق پڑتے - جب جسونت سنگھ کو معلوم ہوا کہ فوج بالکل
تہ تیغ ہو گئی - اور اب جو زور کا حملہ ہوگا - تو رہی سہی فوج بھی کٹ جائے گی
تو اوسکی ہمت و مردانگی اوسے جواب دے گئی - اور میدان جنگ سے
اپنی جان لے کر اپنے ملک مارواڑ کو بھاگ گیا - مگر وہاں اوسکی رانی نے اوسے
شہر میں نہ گھسنے دیا - بلکہ یہ کہا کہ وہ میرا خاوند نہیں ہے میں اسکا منہ نہ
دیکھونگی اگر وہ فتح نہ پا سکا تو مر گیا ہوتا

ادھر آگرہ میں اس وحشت افزا خبر نے ایک تہلکہ ڈالدیا - شہر میں ایک
عجیب ہل چل مچی ہوئی اور گھبراہٹ کا عالم طاری تھا - شاہجہان نے اس خیال
سے کہ کہیں اوس کے بیٹے اوسپر حملہ نہ کریں - اور رہی سہی فوج اون کی طرف نہ ہو
جائے - دونوں بیٹوں کا مقابلہ کرنا چاہا - شاہجہان سمجھتا تھا کہ اگر وہ سپاہ لے کر بذاتہ خود
بیٹوں کے مقابلہ کے لیئے جائے تو سپاہ ضرور اسکا لحاظ کرے گی - مگر دارا نے
مخالفت کی اور شاہجہان کو نہ جانے دیا - دارا تو یہ چاہتا تھا کہ خود نام پیدا کرے
اورنگ زیب اور مراد کی فوج تھکی ماندی ہے - وہ اسکا مقابلہ تازہ دم فوج
سے کرنا چاہتا تھا - اس لیئے شاہجہان کی ایک بھی پیش نہ گئی - جب لشکر فراہم
کرکے دارا اپنے بھائیوں کے مقابلہ کے لیئے روانہ ہونے کو تھا - تو شاہجہان نے اوسے
مشورہ دیا - کہ بنگالہ سے فوج واپس آجانے دے اوس میں سے بھی کچھ حصہ
ہمراہ لے جانا - مگر اوس نے ایک نہ مانی بلکہ شاہجہان کی تمام دلیلوں اور دور
اندیشی کی باتوں کا یہ جواب دیا - کہ میں تین دن کے اندر اندر دونوں بھائیوں
کو گرفتار کرکے لاتا ہوں -

دارا کی فوج کشی	چنانچہ دارا ایک لاکھ سوار بیس ہزار پیادے اور ۸۰ توپ لیکر

بھائیوں کے مقابلہ کے لیے چلدیا۔ وہ چلاچل کوچ درکوچ دریائے چمبل پر جا پہونچا۔ وہاں اوسے معلوم ہوا کہ اورنگ زیب اور مراد دریا کے اوس پار چلے گئے۔ خیر دونوں لشکروں کا ۷ جون کو سامر گڈھ پر جسے اب فتح آباد کہتے ہیں۔ مقابلہ ہوا۔ اورنگ زیب کی رشوت کا اثر دارا کے لشکر میں خوب ہو گیا تھا۔ اور بہت سے فوجی افسر اورنگ زیب سے ساز کر چکے تھے +

اورنگ زیب نے اپنا لشکر میدان میں ترتیب کے ساتھ جما لیا۔ سیدھے بازو پر بہادر خاں کو کھڑا کیا۔ اولٹے پر مراد کو۔ اور خود بیچ میں رہا۔ اور آگے اپنے بیٹے محمود کو کھڑا کیا۔ دارا نے بھی فوج کو اسطرح مقابلہ میں کھڑا کیا خلیل اللہ خاں کو سیدھے بازو پر۔ رستم خاں کو اولٹے پر اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو آگے اور خود بیچ میں رہا۔

لڑائی اس طرح شروع ہوئی جسطرح کہ مقابلوں میں شروع ہوتی ہے۔ پہلے طرفین سے فوجوں میں گڑبڑی ڈالنے کے لیے گولے چھوڑے گئے۔ اسکے بعد پیادے لڑنے لگے۔ سپہر شکوہ شاہزادہ محمود پر جا پڑا اور دارا اورنگ زیب کی طرف بڑھا۔ تھوڑی دیر بعد ان میں گھمسان ہو گیا۔ تیر چلنے لگے۔ اور سوار سے سوار لپٹنے لگے۔ دارا نے اورنگ زیب کی فوج کو پسپا کرنا شروع کیا۔ اورنگ زیب فوج کو پیچھے ہٹتے دیکھ کر یوں کہنے لگا "یارو ہمت باندھو۔ خدا ہے۔ دکھن دور ہے" اور ساتھ ہی اپنے ہاتھی کے پاؤں زنجیر سے کسوا دیئے۔ تاکہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ نہ سکے۔ یہ دیکھ کر فوج بھاگنے سے ٹھیر گئی اور دونوں بھائیوں میں مقابلہ سے وار ہونے لگے۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد دارا کے الٹے بازو کو اورنگ زیب کے سیدھے بازو نے پیچھے ہٹانا شروع کردیا۔ مراد شیر کی مانند دارا کے سیدھے بازو پر جا پڑا۔ اور جوش و خروش سے لڑتا رہا۔ اسوقت گویا فوجیں دست بدست لڑ رہی تھیں۔ قضا نبرد آزماؤں کے سروں پر کھیل رہی تھی اور مردان جری کٹ رہے تھے +

جب میدان کارزار کا یہ سماں تھا۔ راجہ رام سنگھ نے اورنگ زیب کے بیٹے پر پیچھے سے وار کیا۔ مگر اورنگ زیب نے دارا رک کر اوسے گولی سے

ہلاک کر دیا - اور دارا کا ایک وفادار اور قابل افسر کام آگیا - راجہ رام سنگھ کا مرنا تھا۔ کہ راجپوت بھر گئے اور اورنگ زیب کی فوج پر زور شور کے ساتھ دھاوا کر دیا - اس دھاوے میں راجہ روپ سنگھ راٹھور ابھی کام آگیا گویا دارا کی فوج کے دو قابل افسر اور جانباز سپہ سالار دنیا سے اُٹھ گئے - لیکن اوس کی فوج نے اورنگ زیب کی فوج کو چاروں طرف سے روک لیا اور معلوم ہوتا تھا۔ کہ میدان دارا کے ہاتھ رہے گا +

دارا کی غلطی و شکست

مگر اس وقت دارا سے ایک سخت غلطی سرزد ہوئی - وہ لڑتے لڑتے اورنگ زیب کے ہاتھی کے پاس جا پہونچا تھا - اوس نے خیال کیا کہ جھٹ سے اپنے ہاتھی سے اوتر کر اورنگ زیب کے ہاتھی کی زنجیریں کاٹ دے - دارا کا ہاتھی سے اوترنا تھا - کہ خالی ہودے پر اوسکی سپاہ کی نگاہیں جا لگیں - اور آپس میں سپاہی ایک ایک سے پوچھنے لگے کہ اون کا سرغنہ کہاں ہے اس پوچھ گچھ کا نتیجہ برا نکلا کہیں کسی ایسے نمک حرام کے کان تک یہ بات پہونچ گئی - جو اورنگ زیب سے سازش رکھتا تھا - اور اوس نے آواز نکالی کہ دارا مارا گیا یہ سنتے ہی فوج کے دل بیٹھ گئے - اور اورنگ زیب کا خوف اون پر غالب آیا - دارا کی فوج میں بھاگ پڑ گئی ہر چند یہ دیکھ کر دارا پھر ہاتھی کے اوپر سوار ہو گیا لیکن اوسکی فوج پیٹھ دکھا چکی تھی اسلئے اوسے بھی بھاگنا پڑا - اور ہارے ہوئے جیت گئے -

فتح کے بعد اورنگ زیب کی طرفداری امرا و اراکین

فتح کے بعد اورنگ زیب سامر گڈھ کے میدان میں خیمہ ڈالے رہا - یہیں سے اوس نے اپنے باپ کے امرا کے ساتھ خط وکتابت کی - جس کے جواب میں وزیر آصف خاں کے بیٹے خان جہاں شایستہ خاں اور ممتاز محل کے بھائی نے اوسکی طرفداری کا وعدہ کیا - شاہجہان نے دارا کی شکست کی اطلاع راجہ جے سنگھ کو کی جو اوسوقت بنگالہ میں تھا - مگر راجہ جے سنگھ اور راجہ جسونت سنگھ دونوں اورنگ زیب کے طرفدار ہو گئے - جب شاہجہان نے یہ دیکھا - کہ دارا سے اوس کے سارے اراکین سلطنت پھر گئے - اور اورنگ زیب کی خیر خواہی کا دم بھرنے لگے ہیں - تو اوس نے بھی دارا کے

اوپر سے اپنا ہاتھ اوٹھا لیا۔ اور اورنگ زیب کی طرف ڈھل گیا۔ اور اس نے اورنگ زیب کو مبارکباد بھیجی۔ جسکے ساتھ ایک تلوار بھی روانہ کی اس تلوار کے اوپر لفظ "عالمگیر" کندہ تھا۔ اورنگ زیب کا نام ہی بعد "عالمگیر" پڑ گیا۔ اور اسی لقب سے وہ آگے چلکر تخت نشین اور مشہور ہوا۔

شاہجہان کے پھرتے ہی دارا شکوہ کا ستارا نحوست میں آگیا۔ اور اوسکی امیدیں مایوسیوں سے مبدل ہوگئیں۔ اور اب وہ کچھ رفیقوں کی جماعت لیکر اپنی جان بچانے کے لئے جگہ جگہ چھپتا پھرتا تھا۔

آگرہ میں بیگم جہاں آرا نے جو دارا شکوہ کی بڑی حامی و مددگار تھی۔ اورنگ زیب کے قتل کے لئے سازش کی۔ اورنگ زیب کو آگرہ آنے کا پیغام روانہ کیا گیا مگر بیگم روشن آرا جو اورنگ زیب کی حامی تھی۔ اوس نے سازش کا حال لکھ بھیجا اورنگ زیب آگرہ نہ گیا۔ مگر اوس نے اپنے بیٹے کو آگرہ بھیجکر ۸ جون ۱۶۵۸ء کو شاہجہان کو قلعہ کے اندر قید کرادیا۔ اسپر شاہجہان کے طرفداروں نے بڑا واویلا مچایا۔ اور سر اوٹھانا چاہا۔ اورنگ زیب نے اُن کو اطمینان دلایا کہ یہ محض ایک حکمت عملی ہے۔ اور بادشاہ کو بہت جلد اس قید سے رہائی دلائی جائیگی اورنگ زیب نے اس موقع پر بھی مدبرانہ چالاکی سے کام لیا۔ اور بادشاہ کو بہت سے تحایف بھیجے۔ اور چند جانثاروں کو اوس کی خدمت کرنے کی اجازت دے دی۔ شاہجہان کو اپنے قید ہونے اور مجبور حالت پر سخت رنج و ملال ہوا جسکے صدمے سے وہ جانبر نہو سکا۔ اوس نے اورنگ زیب کو تو معافی دیدی مگر ساتھ ہی کُڑھ کُڑھ کر اپنی جان بھی دیدی۔

شاہجہان کی وفات

۱۶۶۶ء میں ۷۶ برس کی عمر میں کئی سال کی قید و تنہائی اور حزن و ملال کے باعث شاہجہان اس دار فانی سے اوٹھ گیا۔

مراد کے ساتھ بدسلوکی

جس روز شاہجہان آگرہ کے قلعہ میں قید کیا گیا۔ اوس کے چند ہی دن بعد اورنگ زیب نے آگرہ پہونچکر شاہی خزانہ پر قبضہ کرلیا۔ جہاں اوسے صرف ۱۷ لاکھ روپیہ نقد ملا اور اب اوسے یہ فکر ہوئی۔ کہ دارا۔ شجاع۔ اور مراد کو کسطرح اپنے قابو میں کر کے تخت پر متمکن ہو۔ اوس نے مراد کو

انعام و منصب کے وعدے سے اپنے قابو میں کر لیا۔ اور ایک حیلہ نکال کر مراد کو قید کر لیا۔

دارا اور شجاع کا تعاقب اور ان کی بربادی

مراد کو قید خانہ میں ڈالکر اور اپنے بیٹے کو آگرہ میں امور سلطنت پر مامور کر کے اورنگ زیب بذات خود دارا کے تعاقب پر آمادہ ہوا۔ دارا اس وقت مہابت خاں کی امداد حاصل کرنے کے لئے کابل کی طرف جا رہا تھا۔ اورنگ زیب کی آمد کی خبر سنکر وہ سندھ کی طرف مڑ گیا اور اورنگ زیب کے ہاتھ نہ آیا۔ اسی عرصہ میں شجاع نے پھر علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس لئے اورنگ زیب کو مجبوراً دارا کا تعاقب چھوڑ کر آگرہ کی طرف جانا پڑا۔ کیونکہ شجاع نے بنارس اور الہ آباد پر قبضہ کر لیا تھا۔ جس وقت اورنگ زیب سندھ کے قریب سے آگرہ کو واپس آ رہا تھا۔ تو اتفاق سے دارا سے اوسکا مقابلہ اجمیر کی پہاڑیوں میں ہو گیا۔ دارا بیحد پریشان خاطر تھا۔ اوسے فکر دامنگیر تھی۔ کہ کسی طرح وہ راجپوتانہ کی پہاڑیوں میں تھوڑے دن چھپ چھپا کر ہندوستان سے چپکے سے بھاگ جائے۔ اجمیر پر مقابلہ ہونے سے دارا کی رہی سہی طاقت بھی برباد ہو گئی۔ اور وہ اپنی جان لے کر مع بیوی اور بچوں کے احمد آباد کی طرف بھاگ گیا۔ مگر احمد آباد کے گورنر نے اوس کی مدد نہ کی اسلئے اوسے مجبوراً کچھ دن غارتگروں کی ایک جماعت میں شامل ہو کر پناہ لینا پڑی اسی مقام پر اوسکی بیوی کا جو بیمار تھی مصائب سفر کے باعث مر گئی۔ دارا نے اسکا جنازہ چند ہمراہیوں کی نگرانی میں لاہور کو روانہ کر دیا۔ چونکہ دارا کا نصیبہ اوس سے پھر گیا تھا۔ اوسے پکڑ میں بھیجا جیون نامی غارتگروں کے سرغنہ ملک جیون نے جو دھندھار میں رہتا تھا۔ روپیہ کی طمع سے دارا کو اورنگ زیب کے حوالہ کر دیا اورنگ زیب نے اوس مجبور کو میلے کپڑے پہنا کر اور ہاتھی پر سوار کر کے سارے شہر میں پھرایا۔ خلائق اوسکی حالت زار دیکھ کر روتی تھی۔ بلکہ بعضوں نے تو ترس کے مارے ارادہ کر لیا۔ کہ اوس کے پکڑوانے والے کو قتل کیا جائے اورنگ زیب نے جو یہ دیکھا۔ کہ دارا کے طرفداروں نے اوس کے لئے سر اوٹھانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اور بغاوت پر آمادہ ہو چلے ہیں۔ چپکے سے دارا

کو قتل کروادیا۔ اور اوسکا سر ہمایوں کے مقبرے میں دفن کرادیا گیا۔

اس عرصہ میں شجاع زور پکڑ گیا۔ اورنگ زیب نے سندھ سے واپس آتے وقت دکھن میں اپنے قائمقام میر جملہ کو پیغام بھیجدیا تھا۔ کہ وہ کچھ فوج لیکر آئے۔ اسوقت میر جملہ اوس سے آملا تھا اور یہ دونوں ملکر شجاع کے مقابلہ کو چلدیئے۔ شجاع سے مقابلہ ہوا۔ جس میں اوسے ہزیمت نصیب ہوئی۔ اور وہ بھاگ کر پرتگالیوں کے پاس پناہ لینے کو پہونچا۔ پرتگالی اوسے اراکان لے پہونچے۔ جہاں اونہوں نے اوسے لوٹ لیا اور زخمی کرڈالا وہ اون کے ہاتھوں سے نکلکر معہ بیوی اور بچوں کے فقیروں کے لباس میں نواح اراکان میں کچھ عرصہ تک مارا مارا پھرا۔ مگر اس کے بعد اوسکا کوئی حال معلوم نہیں ہوا۔ کہ اوس پر کیا گذری اور اوسکا انجام کیا ہوا۔

قتل و قید دعوے داران سلطنت

اورنگ زیب نے داراشکوہ کے دونوں بیٹوں سلیمان شکوہ اور سپہر شکوہ کو گوالیار کے قلعہ میں قید کردیا اور مراد کو قتل کرادیا اورنگ زیب کا بیٹا محمود اپنے باپ سے کسی بات پر بگڑ کھڑا اور غصے میں آکر شجاع سے جاملا شجاع کو شکست دے کر محمود کو گرفتار کیا گیا۔ اور اوسے بھی گوالیار کے قلعہ میں قید کردیا گیا۔ جہاں سے اوس نے ۱۶۶۱ء میں بھاگ جانے کا ارادہ کیا۔ مگر قتل کرادیا گیا۔ دارا کے دونوں بیٹوں کو اورنگ زیب نے اپنی دو بیٹیاں بیاہ دیں اور یہی سلوک مراد کے بیٹے کے ساتھ کیا گیا +

تخت نشینی کا اعلان

جب اورنگ زیب سارے دعوے داران سلطنت کا قلع قمع کرچکا تو اوس نے جولائی ۱۶۵۸ء میں ۴۰ سال کی عمر میں شالا مار باغ بیرون دہلی میں اپنے تخت نشین ہونے کا اعلان کیا۔ مگر اعلان کے وقت نہ تو نماز دعائیہ پڑھوائی گئی جیسی کہ مسلمان بادشاہوں میں رسم تھی۔ اور نہ سکہ ضرب کرایا گیا۔ بلکہ باقاعدہ طور پر وہ ۲۶ مئی ۱۶۵۹ء کو تخت پر بیٹھا تھا۔

ان تمام باتوں سے لازمی طور پر یہی رائے قایم کی جاسکتی ہے کہ اورنگ زیب عابد خداپرست خداترس نہ تھا۔ بلکہ مکار سفاک اور عہد شکن تھا۔ اگرچہ

ہندوستان کے مسلمان اوسے متقی و پرہیزگار بتاتے اور سمجھتے ہیں۔ لیکن جن چالاکیوں اور کاروائیوں سے اوس نے تخت شاہی حاصل کیا۔ جو بدسلوکی اپنے بھائیوں اور نبیرہ وغیرہ دعویداران سلطنت اور باپ کیساتھ کی کی۔ اور جو عہد شکنی اوس نے روا رکھی۔ اور جو ظلم و ستم اوس نے اپنی رعایا کے اوپر کئے۔ (ان مظالم کا بیان آگے چلکر کیا جائیگا) اون سے بھی اُس کے ظالم۔ عیار۔ بدعہد اور متعصب ہونے کا ثبوت ہوتا ہے۔ افسوس ہے اون لوگوں پر جو اُسکی ان باتوں کا علم رکھتے ہوئے بھی اوسکی نسبت دیندار متقی۔ پرہیزگار عادل وغیرہ وغیرہ ہونے کی رائے قائم کرتے ہیں۔

اورنگ زیب عالمگیر کا مشہور ہوا

۱۶۵۹ء میں اورنگ زیب ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے لقب سے تخت شاہی پر رونق افروز ہوا۔ اپنے نام کا سکہ ضرب کرایا۔ اوسکی رعایا۔ اوس کے جانشیں اور آیندہ نسلیں اوسے "عالمگیر" کے ہی نام سے یاد کرتے رہے۔

اورنگ زیب کی نسبت مسلمانوں اور عیسائیوں کی رائے

تمام مسلمان مؤرخ باستثناء چند عالمگیر کو عابد و زاہد کہتے ہیں۔ بلکہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں میں صرف اورنگ زیب ہی زاہد و متقی سمجھا جاتا ہے۔ مگر عیسائی مؤرخ اوسے ریاکار اور مذہب کی آڑ میں اپنی خواہشوں اور ارادوں کو پورا کرنے والا اور زہد و تقوے کے رنگ میں خون ناحق کا دھبہ مٹانے والا قرار دیتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ مسلمان اوسے پابند مذہب دیکھکر اوس کی اُن کرتوتوں کو بھول گئے۔ جن سے اوس نے تخت شاہی حاصل کیا تھا۔ اور اس میں بھی کچھ شک نہیں ہے کہ عیسائی یا دیگر اقوام اوسکی کاروائیوں کے باعث اوسے تو دہ ملامت بناتے اور ظالم و سفاک اور متعصب بتاتے ہیں۔ لیکن در اصل وہ اپنے ہمعصر کرامول[1] کی مانند تھا۔ اگرچہ مسلمان اور عیسائی مؤرخ دونوں اپنے اپنے خیال میں سچے ہو سکتے ہیں۔ لیکن

[1] کرامول وہ شخص تھا جس نے انگلستان میں کامن ویلتھ قایم کی تھی اور شاہ چارلس اول کو تخت شاہی سے برطرف کر کے خود مالک تاج و تخت اور کہنے کے لئے رعایا کا مددگار بن بیٹھا تھا۔

اتنی بات ضرور ہے کہ جو حالات اسلاف کی نسبت آیندہ نسلوں کو ملتے ہیں اون ہی کی بنا پر اون کی نسبت رائے بھی قائم کیجاتی ہے۔ اول تو مسلمانوں نے اورنگ زیب کے حالات ہی قلمبند نہیں کئے ہیں۔ اور اسکی وجہ بالکل صاف اور ظاہر ہے۔ کہ مشرقی ممالک کی طرز حکومت نے مصنف مزاجوں کو بھی کوئی رائے تحریری قائم کرنے کی اجازت نہ دی ہو اور جن لوگوں نے کچھ حالات قلمبند کیئے ہیں۔ اون میں زیادہ تر ایسے ہی ہیں۔ جن سے عیسائیوں کے دعاوی کی تائید ہوتی ہے۔ رہے عیسائی سو زیادہ تر اون میں سے ہیں جو بغرض تجارت یا سیاحت یا امور سلطنت پر مامور ہو کر ہندوستان میں آئے تھے۔ اور جنکو نہ تو اورنگزیب سے کوئی ذاتی تعلق تھا۔ نہ دوستی تھی نہ دشمنی اونھوں نے اورنگ زیب کے دربار میں باریابی کا شرف حاصل کیا۔ اور طرز حکومت حکمران کی چال ڈھال اور دربار کا رنگ بڑی غائر نظر سے ملاحظہ و معاینہ کیا۔ پس ایک منصف مزاج مصنف کو خواہ مخواہ اون ہی حالات کی بنا پر رائے قایم کرنی پڑتی ہے اس لیئے ہم بھی بے تکلف یہی کہہ دیتے ہیں۔ کہ اورنگ زیب کا ظاہر و باطن یکساں نہ تھا۔ بلکہ وہ بڑا ظاہر پرست تھا۔ اوس کے قول اور اوس کی فعل میں تطابق نظر نہیں آتا۔ اور اسی کا نام ریاکاری ہے رہا تعصب سو اوس کے ثبوت میں و نظم من الشمس واقعات موجود ہیں۔ جنکے مورد ہندو بنائے گئے ہیں۔

اورنگ زیب بھائیوں کا قاتل تھا

تاتاریوں میں رسم تھی کہ تخت و تاج کے لیئے ضرور خون کی ندیاں بہائی جائیں۔ اور بندگان خدا کا قتل ہو۔ تاتاریوں میں ایک مثل مشہور ہے کہ جو ایک خان (فرمانروا) دوسرے خان کو قتل کرکے تخت نشین ہو۔ اور یہی بھی مشرقی ممالک میں دستور ہے۔ کہ ایک فرمانروا کی وفات یا قتل پر دعوے داران سلطنت آپس میں جھگڑا کریں اور کشت و خون ہوں اور جسکی لاٹھی اوسکی بھینس کے مقولہ کے موافق جو زبردست ثابت ہو مالک بن بیٹھے۔ اگرچہ وراثت کا سلسلہ مشرقی ممالک میں پایا جاتا رہا ہے۔ لیکن دعویداران سلطنت کی کارروائیوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ وراثت دراصل کہنے کے لئے تھی۔ بلکہ سچے وارث زبردست شخص ہوتے رہے ہیں۔ ایک تو

اس معاملہ کو دیکھتے ہوئے اورنگ زیب قاتل نہیں قرار دیا جا سکتا۔ دوسرے یہ کہ اورنگ زیب کو اچھی طرح معلوم تھا۔ کہ اوس کے بزرگوں کو اون کے عزیزوں نے بیحد تکلیفیں دی تھیں۔ اکبر سے اوسکا بھائی لڑا تھا۔ جہانگیر نے اوس سے بغاوت کی تھی۔ جہانگیر کے بڑے بیٹے نے اپنے باپ سے سرکشی کی۔ شاہجہان نے اپنے باپ جہانگیر کو قتل کر کے تخت و تاج حاصل کیا۔ اسلئے یہ بات اورنگ زیب کے دل نشین ہو گئی تھی۔ کہ جب تک اوس کے بھائی زندہ ہیں۔ اوسے تخت نہ مل سکے گا۔ اور اگر وہ ملکداری اور حکمرانی کے خیال سے بھی درگذرے اور تارک الدنیا بنکر گوشہ نشین ہو جائے۔ تاہم اوس کے بھائی اوسے ہرگز چین سے نہ بیٹھنے دینگے۔ بلکہ اوسکی جان لے کر چھوڑیں گے۔ اس لئے اوس نے چالاکی سے تخت پر قبضہ کرنا ہی مناسب سمجھا۔

اگرچہ یہ دونوں باتیں اوس کے حق میں مفید پڑیں۔ اور یہی دونوں باتیں اوسے اون تمام الزاموں سے بری کر سکتی ہیں۔ جو اوسے ظالم و سفاک اور جابر و قاتل قرار دیتے وقت اوسپر دارو کئے جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ دعوے کے ساتھ میدان میں اوترتا تو جو الزام کہ اوسپر لگائے جاتے ہیں بالکل ہیچ و پوچ قرار دیئے جا سکتے تھے۔ لیکن بزرگوں کی رسم کے موافق وہ اپنے بھائیوں کے برباد کرنے کے لئے مرد میدان بنکر مقابل نہیں ہوا بلکہ ریاکار بنکر اوسکا مراد کے ساتھ عہد و پیمان کرنا ہی اوسے مرد میدان قرار نہیں دیتا بلکہ ریاکار ثابت کرتا ہے۔ اس لئے لاریب اورنگ زیب قاتل کہا جا سکتا ہے۔

[illegible]

اورنگ زیب کے طرفداروں کی رائے ہے کہ وہ پچاس سال کی حکومت میں اوس نے جو کچھ ظلم و جبر راجپوتوں اور دیگر ہندوؤں پر کیا وہ محض حفظ امن کی خاطر کیا۔ اور اسی غرض سے اوس نے سمبھاجی کو بھی قتل کرایا اوس نے مذہب کی خاطر کبھی ہیں کبھی نہیں جنگ کی بلکہ حدود سلطنت کو وسعت دینے کے لئے نہ اوس نے مذہب کی خاطر جزیہ از سر نو جاری کیا۔ بلکہ ہندوؤں کے میلوں اور تہواروں پر جو ٹیکس پہلے بادشاہوں کے وقت سے جاری تھے۔ وہ بھی معاف کر دیئے گئے۔

اورنگ زیب کے طرفداروں کی رائے بادی النظر میں تو بڑی قوی اور سچی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن غایر نظر سے دیکھنے پر اوس کی حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔ بھلا کوئی یہ تو بتائے کہ راجپوتوں نے اوسے پہلے تکلیف دی یا اوس نے راجپوتوں کو ستایا۔ تاریخ شاہد ہے کہ راجپوت جیسے اکبر کے زمانہ سے لیکر شاہجہان کے وقت تک مغلیہ خاندان کے جانثار بنے رہے ویسے ہی عالمگیر کی تخت نشینی کے وقت تک بھی رہے۔ دکھن کبھی ہند کو تکلیف نہ دیتا اگر ہند دکھن پر حملہ نہ کرتا۔ اگر اورنگ زیب راجپوتوں کو نہ ستاتا تو وہ اوسکے بھی اُسی طرح صادق جان نثار بنے رہتے جسطرح کہ اوس کے بزرگوں کے ساتھ بنے رہے تھے۔ راجپوتوں کو تعصب سے سخت نفرت تھی۔ وہ صرف کھلے بندوں رہنا چاہتے تھے۔ اون کی مراد یہ تھی۔ کہ چاہے اونہیں میدان جنگ میں کٹوا دو۔ لیکن اون کے رسم و رواج سے تعرض نہ کرو اور زمانہ نے دوسروں کے حقوق کی کبھی بھی عزت و توقیر نہیں کی اورنگ زیب کی جملہ کارروائیوں متعلقہ دکھن سے ثابت ہوتا ہے کہ اوس نے دکھن کو دار الحرب نہیں بنانا چاہا۔ بلکہ دار الاسلام

اگرچہ اوس نے ہندؤں کے میلوں اور تیہواروں کے ٹیکس معاف کر دیئے۔ لیکن اونپر ایک ایسا زبردست اور ناقابل برداشت ٹیکس ازسرنو لگا دیا۔ جو اون کو کسی طرح گوارا نہ ہوا وہ ٹیکس جذیہ تھا۔ جذیہ کی حقیقت ذیل میں درج کیجاتی ہے :۔

جس وقت عرب میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ اوس وقت اوس میں عیسائی اور یہودی بکثرت رہتے تھے۔ جن لوگوں نے اسلام قبول کرنا نہیں چاہا ہو اونپر رسول عربی نے ایک ٹیکس لگا دیا۔ اور اسکا نام جذیہ رکھدیا عیسائیوں اور یہودیوں کے پیشواؤں نے اوسے قبول کر لیا۔ اگرچہ مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں بعد باتوں میں کشمکش جاری رہی لیکن غیر مسلمان اپنے وعدہ پر صادق رہے۔ جب رسول عربی کی وفات پر اون کے جانشین خلیفہ ابو بکر ہوئے۔ تو انہوں نے جذیہ کے عہد و پیمان کو ازسرنو زندہ کر کے

حکم لگادیا کہ جو لوگ اسلام قبول نہیں کرتے وہ اس ملک سے نکل جائیں بلکہ جس ملک کو پسند کریں وہ سکونت کے لیئے اون کو اس کے عیوض میں دیدیا جائے - خیر قہراً و جبراً سمجھ تو صورہ یہ یعنے ملک شام کو چلے گئے اور کچھ نواح کوفہ میں جا بسے - اس واقعہ کے چند سال بعد خیبر کے یہودی جو مدینہ سے شمالی کو دو تین دن کی مسافت پر واقع ہے - اون پر بھی یہی حکم لگایا گیا - ان لوگوں کو خود رسول عربی نے اپنی حیات میں فتح کیا تھا - مگر اس شرط پر وہیں رہنے دیا - کہ وہ پیداوار کا نصف مسلمان حکمران کو خراج میں دیا کریں - اب اون کو کچھ روپیہ دے کر ملک شام میں بھیجدیا گیا (دیکھو خلافت اور اسکا عروج و زوال مصنفہ سر ولیم لیور کے سی - ایس - آئی کا صفحہ ۱۵۵ - ۱۵۶)

خیر اس جذیہ کے جاری کرنے کے اسباب اور تاویلیں تو بہت سی پائی جاتی ہیں - مگر سب سے قوی وہ قول ہے - جو رسول عربی نے بستر مرگ پر اپنے رفیقوں سے کہا تھا - کہ عرب میں سوائے اسلام کے اور کوئی دین نہ ہوگا - فیروز شاہ تغلق نے بھی اپنے مذہب کی پابندی میں ہندوستان کے غیر مسلمانوں پر جذیہ جاری کردیا - مگر اکبر نے اوسے موقوف کردیا اورنگ زیب نے اپنے عہد حکومت میں تخت نشینی کے بعد ہی جذیہ کو از سر نو زندہ کیا بھلا جذیہ کو حفظ امن سے کیا تعلق ہے - اور جدید سلطنت کی وسعت دہی سے اوسکا کیا واسطہ ہے - بلکہ یہ تو مذہب کی صریح حمایت تھی میلوں اور تیوہاروں کے ٹیکس ہندوؤں کو زیادہ ناگوار بھی نہ تھے - کیونکہ وہ محض شادیانے کو موقوف پر دیئے جاتے تھے - اور گراں بار بھی نہ تھے - کیونکہ اون کی مقدار قلیل تھی - یہ جذیہ تو ایک قسم کا جبر اور بار گراں تھا - اگر انصاف سے دیکھا جائے تو اورنگ زیب کا ہندوؤں کے مندروں کا گروا دینا ملک گیری کی خاطر نہ تھا - ملک گیری سے اور معبدوں کی تباہی سے کوئی تعلق نہیں ہے -

ہندوؤں کے ساتھ ایک پیچ

اورنگ زیب نے دوسری کاروائی ہندوؤں کا دل دکھانے کی یہ کی کہ سن سمت کی جگہ سن ہجری کو رواج دیا - اکبر

گے زمانہ میں لگان اراضی کے متعلق اور نیز دیگر امور سلطنت میں سن سمت کو دخل تھا۔ اوسکی تقلید شاہجہان کے وقت تک تو ہوتی رہی لیکن اورنگ زیب کو جو سرتاپا غرق تعصب تھا۔ یہ امر کب گوارا ہو سکتا تھا۔ کہ مسلمان حکمران کی حکومت میں سن سمت جاری رہے۔ اس لیئے اوس نے اوسے سن ہجری سے بدل دیا

شیعوں کے ساتھ سلوک

خیر راجپوتوں اور دیگر ہندوؤں کے ساتھ جو سلوک اورنگ زیب نے کیا۔ وہ ملک گیری پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ لیکن شیعہ جو مسلمان تھے اون کے ساتھ جو سلوک کئے گئے۔ کیا وہ بھی ملک گیری پر محمول کئے جا سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں جہاں تک ہو سکا۔ اورنگ زیب نے اپنے تعصب کو خوب ہی ظاہر کر دکھایا۔ فرقہ شیعہ جو ایرانی نژاد تھا۔ اکبر کا پشت پناہ تھا ہر موقع پر اوس نے بڑی جان نثاری کا ثبوت دیا۔ اورنگ زیب نے اس جماعت کے لوگوں کی قدر نہ کی۔ اودھر تو راجپوتوں سے بگاڑ کر بیٹھا اور ادھر شیعاؤں کو بدظن کر دیا۔ شیعاؤں میں جشن نوروز بڑی دھوم دھام کیساتھ منایا جاتا تھا۔ اس جشن کو مذہب سے بھی کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ اوس سے لوگوں میں باہمی اتفاق اور میل جول کو بڑی ترقی ہوتی تھی۔ لیکن چونکہ وہ فرقہ شیعہ کا جشن تھا۔ اس لیئے اورنگ زیب نے اوسے توڑ دیا۔

اثنائے [illegible] اورنگ زیب [illegible]

جب اورنگ زیب دارا کا تعاقب کر کے ملتان سے لاہور کو واپس آ رہا تھا۔ تو اوسے یقین واثق تھا۔ کہ راجہ جے سنگھ دہلی میں موجود ہے۔ لیکن امید و خیال کے خلاف راجہ جے سنگھ ۵ ہزار راجپوت لیکر اوس پر چڑھ آیا چونکہ وہ شاہجہان کا خیرخواہ صادق تھا۔ اس لیئے اوس کی حکومت کو بحال کرنا چاہتا تھا جسوقت کہ راجہ جے سنگھ سے اورنگ زیب کا مقابلہ ہوا۔ تو اوس نے خیال کیا کہ لڑنا بھڑنا بیکار ہے فوج تھکی ماندی ہے لاؤ باتوں ہی میں اگر کام نکل جائے۔ تو اچھا ہے بس اوس نے راجہ کو دیکھتے ہی نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ کہ راجہ بہادر کی جے راجہ بہادر کی جے۔ اور اوس کے پاس پہونچکر کہنے لگا۔ کہ میں آپ کا [illegible] منتظر تھا جنگ ختم ہو گئی دارا تنہا اور تنہا پھر رہا ہے [illegible]

ہار راجہ کی گردن میں ڈالکر اوس سے یوں مخاطب ہوا - کہ آپ لاہور چلے جائیں - شاید وہاں بغاوت نہ ہو جائے - کیونکہ میری فوج تھکی ماندی ہے میں تمہیں وہاں کا حاکم اور مختار کل بناتا ہوں ہم پھر جلد ملینگے - لاہور جلد چلے جاؤ - سلامت باشید - الوداع " اورنگ زیب کی یہ چاپلوسی راجہ کے دل پر اثر کر گئی - وہ موم ہو گیا - اور وہ راضی ہو کر لاہور کو چلدیا نہ صرف آپ ہی اورنگ زیب کا طرفدار ہو گیا - بلکہ اوس نے راجہ جسونت سنگھ والی مارواڑ کو بھی داراکی طرفداری سے ہٹا کر اورنگ زیب کا طرفدار بنا دیا -

[illegible]

اورنگ زیب خود ٹوپیاں بنا کر اپنی گذر اوقات کیا کرتا تھا - اور ٹوپیوں کو درباری مول لے لیتے تھے - وہ خزانہ شاہی کے روپیہ سے خریدی ہوئی کوئی شے نہیں کھاتا تھا - عمر بھر میں دو دفعہ قرآن اپنے ہاتھ سے لکھا اور مکہ اور مدینہ نذر کے طور پر بھیجا - خود بھی قرآن کا حافظ تھا صوم وصلوات کا پابند تھا - رمضان میں روزے رکھتا - اور قرآن سنتا - جمعہ کے روز بھی روزہ رکھتا - اور جامع مسجد میں نماز پڑھتا - امام ابو حنیفہ کا پیرو تھا - ایسے کپڑوں سے پرہیز رکھتا تھا - جو شرعاً ممنوع تھے غصہ میں قتل کا فتوے نہیں صادر کرتا تھا - خود ناظم و ناثر تھا - مگر اخلاقی نظم سنتا تھا - غیبت سے نفرت رکھتا تھا - مگر اس خوف سے نہیں کیا کہ سلطنت جسے اوس نے بڑی جان جوکھوں سے حاصل کیا تھا - کہیں غیر حاضری میں اوس کے قبضے سے نہ نکل جائے -

اورنگ زیب کی ریاضت کا ایک واقعہ نہایت مشہور ہے - جب ۱۶۶۵ء میں ہندوستان میں دمدار ستارا نظر آیا - تو اوس نے چار ہفتے صرف پانی اور باجرے کی روٹی پر گذر کی - حیوانی غذا کو نہیں چھوا - گوشت اور دودھ سے پرہیز کیا اور شیر کی کھال بچھا کر زمین پر سویا -

اورنگ زیب کی مذہبی اور سیاسی عقل

اورنگ زیب کو مذہبی معاملات کے ساتھ بیحد دلچسپی اور سرگرمی تھی - امور سلطنت میں اوسکی سوجھ بوجھ اچھی تھی اوسکو مذہبی شوق بڑھا ہوا تھا - گویا مذہبی امور میں دیوانہ اور امور سلطنت میں

اورنگ زیب کی رائے شاہزادوں کی تعلیم و تربیت کے بارہ میں

گئے زمانہ ... بدتر زمانہ تھا۔

اورنگ زیب کی رائے تھی۔ کہ "شاہزادے جس طرح طاقت اور رتبہ میں دوسروں سے افضل ہوتے ہیں۔ اوسی طرح اوروں سے عقل و دانش اور نیکی میں بھی برتر ہوں۔ ایشیا کی سلطنتوں کے مصائب و زوال میں شاہزادوں کی ناقص و تربیت بھی بہت کچھ حصہ لیتی ہے۔ اون کی پرورش غلاموں اور خواجہ سراؤں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ جنکے خیالات نہایت درجہ پست ہوتے ہیں اور بہت برا اثر ڈالتے ہیں اسلیئے شاہزادے بڑوں کا خوف تو کرتے ہیں۔ مگر بے موقع اور چھوٹوں پر تو بیحد زور چلاتے ہیں۔ جو اکثر موجب مضرت ہوتا ہے۔ شاہزادے عوام الناس کی صحبت اور دربار کے باوقار موقعوں سے دور رہتے ہیں اس لیئے جب وہ محلوں کی چار دیواریوں سے نکل کر تخت پر جلوہ فگن ہوتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسرے ملک سے آئے ہیں۔ یا کسی غار میں سے نکال کر تخت شاہی کے اوپر بٹھا دیئے گئے ہیں اور اپنے ارد گرد کی چیزوں سے سخت حیران و پریشان ہوتے ہیں"[1] (از برنیر صفحہ ۱۴۴-۱۴۵)

جب اورنگ زیب کی تخت نشینی کے بعد اوسکا اوستاد انعام و اکرام کی امید سے اوس کے دربار دہلی میں حاضر ہوا۔ تو اوس نے اوس سے اسطرح باتیں کیں۔

"کیا میرے معلم کا یہ فرض نہ تھا۔ کہ وہ مجھے روئے زمین کی مختلف قوموں کے حالات سے واقف کرتا۔ اون کے ذرائع۔ قوت۔ طریق جنگ عادات مذہب اور طرز حکومت کی مجھے تعلیم دیتا۔ تاریخی واقعات کی تعلیم کے ذریعہ مجھے سلطنتوں کے قائم ہونے کے حالات و اسباب بتاتا۔ اون کے عروج و زوال حوادث اور کمزوریوں۔ اور غلطیوں سے جن کے ذریعہ بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مجھے واقف بناتا۔ بادشاہوں کے لیئے نواحی قوموں کی زبان کی تعلیم حاصل کرنا لازمی ہے۔ تم نے مجھے صرف عربی زبان کی تعلیم دی اور ایک ایسے کام میں پھنسا دیا جس کے دس بارہ سال سے کم میں ختم ہونے کی امید

نہیں ہو سکتی۔ مجھے وہ مضامین نہ پڑھائے جو بادشاہوں کی تعلیم کے لئے ضروری ہیں۔ بلکہ صرف و نحو کی تعلیم دی۔ اور ایسے علم بہت کچھ پڑھائے جن سے میں اوستاد شرع بنگیا۔ اور اس طرح میرے بچپن کو ایسے بیکار شغل میں تمام کردیا۔ جن میں سوائے الفاظ یاد کرنے کے اور کچھ کام ہی نہ تھا۔ کیا تم کو مجھے یہ نہیں سکھانا چاہئے تھا۔ کہ حاکم محکوم کے تعلقات اور فرائض کیا ہیں! ۔ کیا تمہیں معلوم نہ تھا ۔ کہ ہندوستان کے شاہی خاندان کی بری رسم کے موافق مجھے اپنے بھائیوں سے تلوار لے کر جنگ کرنی پڑے گی۔ تم نے مجھے فن حرب کی تعلیم ندی۔ اور نہ یہ بتایا۔ کہ قلعوں کا محاصرہ کیسے کرتے ہیں۔ میدان جنگ میں فوج کیسے آراستہ کی جاتی ہے۔ یہ میری خوش نصیبی تھی۔ کہ میں نے تم سے بھی زیادہ عاقلوں سے مشورہ کیا۔ جاؤ۔ یہاں سے جاؤ۔ اور اب سے یہ نہ کہنا کہ میں کون ہوں۔ یا کیا ہو جاؤں گا۔ (از برنیر صفحہ ۵۵-۱۶۱) اورنگ زیب کی رائے کہ شاہزادوں کی تعلیم کے بارہ میں نہایت درست تھی۔ کیونکہ شاہزادوں کا تجربہ تخت نشینی سے پہلے عوام الناس کے تجربہ سے کہیں زیادہ ہونا چاہئے۔ جب تک فرمانرواؤں کو پبلک لایف سے سابقہ نہ پڑے گا۔ بہت سے امور اون کی نگاہوں سے نہ گذر جائیں گے جب تک اون کے دماغ مخزن انور و قالق نہ بن سکیں گے وہ حکمرانی کے قابل ہی نہ سکیں گے۔ اور اپنے فرایض کی تکمیل و انجام دہی میں بالکل قاصر رہینگے ؛

اورنگ زیب کو فرض منصبی کا خیال

جاگیرداروں اور اُمرا نے اوس سے ایک مرتبہ التجا کی کہ دنرات امور سلطنت میں غرق رہنے سے خرابیٔ صحت کا احتمال ہے تو اوس نے اونہیں جواب میں یوں کہا کہ "مجھے خدا نے دنیا میں نہ صرف اپنے ہی لئے بلکہ دوسروں کے لئے زندہ رہنے اور حکومت کرنے کے لئے بھیجا ہے میرا فرض ہے۔ کہ دوسروں کی بہبودی کا خیال رکھوں بلکہ جہاں تک میری بہبودی کا رعایا کی بہبودی سے تعلق ہے اوسے روا رکھوں"

(از برنیر صفحہ ۱۲۹-۱۳۰)

اورنگ زیب نے ایک خط میں اپنے باپ کو لکھا ہے۔ کہ بادشاہ کیسا ہونا چاہیئے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ "خداوند قادر مطلق اون ہی لوگوں کو اپنا امین مقرر کرتا ہے۔ جو لوگوں کی حفاظت اور بہبودی کے فرض کو ادا کرتے ہیں عقلمندوں کی رائے ہے کہ بھیڑیا گلہ بانی نہیں کر سکتا۔ اور کمزور دل امور سلطنت کو انجام نہیں دے سکتا۔ بادشاہی لوگوں کی سرپرستی اور اتالیقی ہے نہ کہ نفس پرستی اور فضول خرچی"۔

ایک اور خط میں اوس نے باپ کو لکھا ہے۔ کہ "اگرچہ فتوحات ملکی بادشاہت کی عظمت کی دلیل نہیں ہیں۔ اور میرا فتوحات نہ کرنا تیمور اعظم کی نسل کی حقارت کرتا ہے۔ مگر میں نازیبا افعال سے بدنام نہیں ہونا چاہتا بڑے فاتح بڑے بادشاہ نہیں ہو سکتے۔ فتوحات تو وحشیوں نے بھی کئے ہیں۔ سب سے بڑا بادشاہ وہ ہے جو انصاف سے حکومت کرنا جانتا ہے"۔

ایک مرتبہ ایک امیر کبیر نے جسے اورنگ زیب کی باریابی کا زیادہ تر شرف حاصل رہتا تھا۔ اورنگ زیب کی مصروفیت امور سلطنت دیکھ کر اوس سے عرض کی کہ اس سے حضور کے دماغ اور جسم کے کمزور ہو جانے کا اندیشہ ہے اورنگ زیب نے برجستہ جواب میں کہا۔ کہ "جہاں تک میرے شاہی فرائض کا رعایا کے ساتھ تعلق ہے۔ مجھے اپنی مسرت اور تندرستی کا خیال نہ کرنا چاہیئے بلکہ رعایا کے آرام اور خوش اقبالی پر سب چیزوں کو تصدق کر دینا چاہیئے۔ لیکن اوس وقت نہیں۔ جبکہ انصاف کا تقاضا۔ شاہی حکومت کا قائم رکھنا اور سلطنت کا استحکام ضروری ہو"۔

اگرچہ اورنگ زیب نے اپنے فرائض منصبی کو ایک حد تک ضرور انجام دیا۔ لیکن وہ بات تو اس سے نہ ہو سکی جس کا چاروں امور مذکورہ بالا میں اوس نے اپنی زبان سے اقرار کیا تھا۔ اوس نے تندہی کیساتھ امور سلطنت کی تکمیل کی۔ مگر رعایا کی بہبودی کا خیال اوسے اسقدر نہ تھا جسقدر کہ اپنی خواہشوں کے پورا کرنے کا۔ اگرچہ اوس نے فضول خرچی نہیں کی۔ مگر رعایا کی گلہ بانی سرپرستی اور اتالیقی کو پوری طرح انجام نہ دے سکا

اگرچہ اپنی کمزور طبیعت ہونے کا منکر ہے۔ لیکن دراصل تھا وہ کمزور
بھلا جو شخص کہ اپنی خواہشوں کے دام میں پھنس جائے وہ کمزور طبیعت
نو اور کیا ہے۔ وہ نازیبا افعال سے بدنام نہیں ہونا چاہتا بلکہ انصاف سے
حکومت کرنے کا خواہش مند تھا۔ جذیہ از سر نو قایم کرنا وفادار راجپوتوں
اور شیعاؤں کو بدظن کر دینا۔ بھائیوں سے دغا کرنا کسی کا اعتبار نہ کرنا
کیا یہ باتیں موجب نیک نامی اور انصاف کی حکومت کہلائی جانیکی مستحق
ہیں۔ نہیں اوس کے اس جملہ پر بیحد افسوس ہے کہ "رعایا کے آرام اور خوش اقبالی
پر سب چیزوں کو تصدق کر دینا چاہیے" نہ معلوم کہ اکبر۔ جہانگیر اور شاہجہان
کے مقابلہ میں اوس نے کون کون سی چیزیں رعایا کے آرام اور خوشی پر تصدق
کیں! دراصل کہنا کچھ اور ہوتا ہے اور کرنا کچھ اور ہے "کسی کام کا کرنا
کارے دارد"

ایک حکیم کا قول ہے۔ کہ "نفس پرست کمزور طبیعت ہوتے ہیں اور نفس
پرستی نفس کی خواہش کا پورا کرنا ہے" اگر اس قول کو اورنگ زیب کی
زندگی کے واقعات پر منطبق کیا جائے۔ تو اوسکی ساری زندگی اس قول کا
عکس ثابت ہوگی۔ نہ کہ مصداق۔ اسی لئے مؤرخوں کی یہ رائے بہت ہی
درست ہے۔ کہ اورنگ زیب کے قول و فعل میں تطابق بالکل نہیں پایا جاتا۔
اورنگ زیب نے وہ حکمرانی ملک کے اصل معنے کا ثبوت اپنی روزمرہ کی زندگی
سے کہیں کہیں دیا ہے۔ چنانچہ بمبئی کے انگریز سوداگروں نے اوس کی
تعریف کی ہے۔ کہ "وہ اورنگ زیب انصاف کا سمندر ہے" دیکھو تاریخ اورنگٹن
صفحہ ۱۰۹۔ اور اس امر کی تصدیق ڈاکٹر کریری نے بھی کی ہے۔ جسے ۱۶۹۵ء
میں اوسکی حضور میں باریابی کی عزت حاصل ہوئی تھی۔ فی الحقیقت
انسان کا کوئی فعل ہو۔ خواہ نیک نیتی کا۔ خواہ بدنیتی کا مگر یہ ممکن نہیں
کہ وہ اپنا رنگ نہ پیدا کرے چنانچہ جہاں کہیں اورنگ زیب نے نیک نیتی
سے کام لیا۔ وہاں اوس کی نیک نیتی کا اظہار ہوتا ہے۔ اور جہاں بدنیتی
کو کام میں لایا۔ وہاں بد دیانتی ظاہر ہوتی ہے۔

اورنگ زیب نے رعایا کی بہبودی کے لیے

اورنگ زیب نے تخت نشینی کے بعد ہی کوئی ۸۰ ٹیکس یعنے محصول تور دیئے - ان میں کچھ ٹیکس تو اوس نے شرعاً توڑے - مثلاً شراب خانوں کا ٹیکس - چکلہ خانوں کا ٹیکس - اور بعض محصول محض حاجتمند رعایا کی خاطر توڑے مثلاً ہندؤوں اور مسلمانوں کے میلوں کے ٹیکس مسافر خانوں کا ٹیکس - دریا پار اوترنے کا ٹیکس - مکانوں اور دوکانوں کی زمین کا ٹیکس - لیکن اس بارے میں اوس سے ایک بڑی بھاری غلطی سرزد ہوئی - جسکے باعث رعایا کو ان محصولات کے توڑ دینے سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوا - تاریخ خافی خاں جلد ۲ صفحہ ۲۰۸-۲۴۷ میں لکھا ہوا ہے کہ "اگرچہ اورنگ زیب نے رعایا پر سے بہت سے محصول معاف کر دیئے لیکن حکام رعایا سے اون محصولوں کو برابر وصول کرتے رہے جب اورنگ زیب کو اس خلاف ورزی کا علم ہوا - تو اونہیں سزائیں دی گئیں - مگر وہ تھوڑے ہی دن بعد رہا کر دیے گئے - جسکا نتیجہ یہ ہوا - کہ افسروں کے دل سے اوس کا خوف اوٹھ گیا - اور بدنظمی پھیل گئی - لوگوں کو کچھ عبرت حاصل نہوئی اور رعایا کے سر سے بار مطلق کم نہوا - اور اورنگ زیب کی ہمدردی اور خیال بہبودی کا عدم وجود یکساں رہا - بلکہ ایک طرح تو سارا قصور اورنگ زیب ہی کے سر رہتا ہے - اور اس واقعہ سے اوس کی کمزور طبیعت کے ہونیکا پورا پورا ثبوت ہو جاتا ہے -

اورنگ زیب بے اعتبار شخص تھا

اورنگ زیب نے اپنی بے اعتباری سے خود اپنے کو اور نیز دوسرونکو نقصان پہونچایا - اوسکی بے اعتباری کے ثبوت میں ہم چند واقعات نقل کرتے ہیں -

(۱) اورنگ زیب کی نسبت شاہجہان کی رائے ہے کہ "اگرچہ اورنگ زیب میدان کارزار اور صلاح و مشورہ میں اعلےٰ درجہ کی قابلیت رکھتا ہے لیکن اوسے کسی شخص پر اعتبار نہیں ہے"

(۲) اورنگ زیب کھانا جو اوس کے لیے پکایا جاتا تھا - پہلے دوسروں کو کھلا لیا کرتا تھا - جب آپ کھاتا تھا - بیماری میں جو چیز کہ طبیب

تجویز کرتے۔ وہ پہلے خود اونہیں کھلائی جاتی تھی۔ اسی باعث اوس نے جاسوس مقرر کیے تھے۔ جنکو وقایع نویس کا لقب دیا گیا تھا۔ وہ شہر بہ شہر پھرتے رہتے۔ اور ذرا ذرا اور مخفی باتیں اورنگ زیب کو لکھ بھیجتے تھے۔ (تاریخ او ونٹکمن صفحہ ۱۴۵)

(۳) اورنگ زیب کا قول تھا۔ کہ ایرانیوں میں سے اُمرا مقرر ضرور کیے جائیں مگر جہاں اون کی جاگیریں ہوں وہ وہاں نہ رہنے پائیں۔ جب وہ جنگ پر بھیجے جائیں۔ یا صوبوں کے انتظام پر مامور کیے جائیں۔ تو اون کے بال بچے دربار میں زیر نگرانی رہیں۔ تاکہ اُمراء بغاوت نہ کر سکیں (از نیو اکاؤنٹ آف انڈیا صفحہ ۱۹۵۔ مصنف ڈاکٹر جان فرایر)

(۴) مورخ الفی جو یورپین مؤرخوں میں اورنگ زیب کا بڑا ہی مداح اور ثنا خواں تھا۔ لکھتا ہے۔ کہ "اورنگ زیب رحمدل تھا۔ لیکن اوسکی نفس کشی انجام فرائض۔ انصاف۔ رعایا کے ساتھ ہمدردی رکھنے سے بھی اوسے کچھ نفع نہوا۔ کیونکہ اوسے کسی شخص کی ذات پر اعتبار نہ تھا"

(۵) اورنگ زیب جیسا کہ نمک حرام اور دغا باز امیروں کے ساتھ سلوک کرتا تھا۔ ویسا ہی بیٹوں کے ساتھ بھی چنانچہ ذرا سے شبہ کے اوپر اوس نے بڑے بیٹے کو عمر بھر۔ اور اوس سے چھوٹے کو ۶ سال قیدخانہ میں رکھا اورنگ زیب کی بے اعتباری کے باعث اوس کے چھوٹے بیٹے اکبر نے باغی ہو کر راجپوتوں سے ساز کر لیا۔ اور شاہزادے اعظم نے اوس کے جانشین کے خلاف سازش کی۔

اورنگ زیب کی سیاسی غلطیاں

اورنگ زیب میں ایک نقص یہ بھی تھا۔ کہ برخلاف اپنے بزرگوں کے رعایا سے لیتا بہت کچھ تھا۔ مگر اون کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کرتا تھا جس میں شاہی شان و شوکت کا اظہار ہو۔

(۱) اگرچہ اورنگ زیب کی سخت عابدانہ اور زاہدانہ عادتیں خلوت میں چل سکتی تھیں۔ مگر دربار میں نہیں جہاں اکبر کے زمانہ سے لیکر شان و شوکت نصف النہار پر پہونچ چکی تھی۔ لیکن اورنگ زیب نے شان و شوکت کو دربار سے بالکل اُٹھا دیا۔ اس سے لوگوں میں طرح طرح کے شکوک پھیل گئے

...اورنگ زیب نے تخت نشینی کے کچھ عرصہ بعد بیش قیمت لباس پہننا ترک
...یا جو ایسے جلیل القدر فرمانروا کی شان کے شایاں تھا۔ اس سے وہ غیر
...کے ایلچیوں کی نگاہ میں نہ سماسکا۔

(۳) شاہجہان نے آگرہ اور نیز دہلی سے پایہ تخت شاہجہاں آباد یعنی نئی دلی میں مقرر کیا۔ اورنگ زیب نے اس رسم کی تقلید کی۔ اس سے آگرہ اور دہلی کی شاہی عمارتیں ویران ہو گئیں۔ اور رعایا کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ جب بادشاہ کو خود اپنے بزرگوں کی یادگاروں کے قایم رکھنے کا کچھ خیال نہیں رہا۔ تو اون کی ادب سے کیا فکر ہو سکتی ہے۔

(۴) اورنگ زیب نے رقص و سرود شرعاً بند کر دیا۔ اگرچہ اوس کے امرا کی خلوت سے رقص و سرود کبھی نہ اوٹھا۔ مگر دربار شاہی سے یہ رونق اوٹھا دی گئی۔ پولیس مقرر کی گئی۔ کہ بازار اور شارع عام پر رقص و سرود ہونے پائے۔ ایک دن اورنگ زیب نے دیکھا کہ ایک جنازے کے آگے آگے گویئے روتے جاتے ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ راگوں کا بادشاہ مر گیا۔ اور وہ ماتم کرتے ہوئے اوسے دفن کرنے جاتے ہیں۔ اورنگ زیب نے حکم دیا کہ جلد اور اس قدر گہرا دفن کیا جائے۔ کہ پھر لوٹ کر نہ آسکے"۔ اگرچہ اوس نے شرع کی رو سے رقص و سرود کو بند کر دیا۔ لیکن امور سیاسی کی رو سے یہ بڑی بھاری غلطی تھی۔ شرع اور امور سیاسی دو جداگانہ باتیں ہیں اس میں دو خرابیاں تھیں۔ ایک تو ایک فرقہ کے ہزاروں لوگوں کا ذریعہ معاش جاتا رہا دوسرے دربار کی رسم جو بہت سے امرا کو پسند تھی اوٹھا دی گئی۔ الغرض دو گروہ کے لوگوں کو آزردہ خاطر اور بدظن کیا گیا۔ اور اگر شرع ہی کو دیکھا جائے تو عرب میں ڈف کے اوپر گانا اور ڈف بجانا مسنون سمجھا جاتا ہے مگر اورنگ زیب کے حکم میں کوئی استثنا بھی نہیں پایا جاتا۔ مذکورہ بالا واقعہ تاریخ خافی خاں مؤلفہ و مرتبہ مسٹر الیٹ و مسٹر والشن کی جلد ۷ صفحہ ۳۸۳-۳۸۴ میں درج ہے

(۵) مغل بادشاہوں میں دستور پڑ گیا تھا۔ کہ وہ جھروکہ میں بیٹھ کر دربار عام کیا کرتے تھے۔ جو کوئی دو گھنٹہ تک رہتا تھا۔ اور اوس وقت شاہی اصطبل

کے ہاتھی گھوڑے اور اونٹ وغیرہ مع جھولوں کے بادشاہ کے سامنے سے گذرتے اور سوار کی تحریک بجالاتے تھے - بادشاہ خود درخواستیں سنتا اور انصاف کرتا تھا - امرا - قاضی اور وزرا گرد وپیش جمع رہتے تھے - شام کو خلوت میں اُمرا اور سردار بُلائے جاتے تھے - اور اہم معاملات کی اطلاعیں ہوتی تھیں - احکام صادر کیے جاتے تھے - اورنگ زیب نے خلوت میں کاروبار تو جاری رکھا - مگر جھروکہ پر سے دربار عام کرنا اور جائزہ لینا ترک کردیا - صرف جلوداروں کا جائزہ ضرور لیا جاتا تھا - جنکے نشانوں پر شاہی عقاب - نقرئی مچھلی - ہاتھ اور ترازو - شیر اور مگرمچھ کی تصویریں ہوتی تھیں - یہ بھی اوس کی بڑی غلطی تھی - کیونکہ اس سے عوام الناس کی دادرسی اچھی طرح نہیں ہو سکتی تھی - اگر اس سے اورنگ زیب کی خدا پرستی میں خلل آتا تھا - تو جہانگیر کی عیش پرستی اور شراب نوشی میں بھی فرق پڑتا تھا اس معاملہ میں تو اورنگ زیب سے جہانگیر بدرجہا اچھا تھا - جو باوجود شرابی ہونے کے بھی جھروکہ میں آکر دربار کیا کرتا تھا - بلکہ اوس نے اپنی خلوت گاہ میں ایک گھنٹی لٹکا رکھی تھی - جسے ہر مظلوم جاکر بجا سکتا اور اپنے ظلم کی داد حاصل کر سکتا تھا جب جہانگیر شراب کے نشہ میں بالکل چور ہوتا تھا - تو نور محل اوسکا ہاتھ پکڑے ہوئے اور سنبھالتی ہوئی اوس کے ساتھ سر دربار آیا کرتی تھی الغرض جہانگیر نے کبھی دربار کی حاضری کو عیش وعشرت پر ترجیح دی دیکھو مغلیہ دربار مصنفہ مسٹر ولسن)

(۴) جب پایہ تخت پرانی دلی میں تھا - تو صنعت وحرفت بھی وہاں زور شور پر تھی - اور اسکا اثر اب تک دہلی میں پایا جاتا ہے - صنعت وحرفت اگرچہ بیکسی کی حالت میں ہے - مگر اب بھی خاصی ہے یہ محض بادشاہوں اور اُمرا کی قدردانی کا نتیجہ ہے - صنعت وحرفت کے رواج کی تائید میں ہم ایک ایسے واقعہ کو اس موقعہ پر درج کرتے ہیں جسکی مثال مسلمان فرمانرواؤں کی تاریخ میں دنیا کے پردے پر بمشکل مل سکے گی - سالگرہ کے موقع پر شاہی محل میں امیروں اور سرداروں کی بیگموں کا مینا بازار لگایا جاتا تھا جس میں بڑے بڑے خاندانوں

کی مستورات کی بنائی ہوئی پگڑیاں - چغے - ٹوپیاں - صدریاں وغیرہ نمایش کے طور پر رکھی جاتی تھیں - ان چیزوں پر زربفت کا نفیس کام ہوتا تھا اور بادشاہ کی ملکہ یا شاہی خاندان کے لوگوں کی بیگمات خریدتی تھیں - امیر کبیر خاندانوں کی مستورات مینا بازار کی چیزوں کی فروخت کرنے پر مقرر کی جاتی تھیں وہاں اعلےٰ خاندانوں کے مردوں کو جانے کی اجازت تھی - مگر عورتیں منہ پر نقاب ڈالے رہتی تھیں - صرف بادشاہ کو تو بحیثیت خلیفہ رسول عربی اون عورتوں کے بے نقاب نظارہ کی اجازت تھی بیچنے والیوں کو اپنا حسن وجمال اور شعور وتمیز دکھانے کا خوب ہی موقعہ ملتا تھا" اس میں دو فائدے تھے - ایک تو شریف گھروں کی عورتوں کو کچھ نہ کچھ صنعت وحرفت آجاتی تھی - جسکے باعث وہ خود مختارانہ طور پر کچھ نہ کچھ گذر اوقات کے لیے پیدا کر لیتی تھیں - اور اسکا اثر عوام الناس پر بھی اچھا پڑا - یہانتک کہ لوگ اپنی بیٹیوں کا عقد لکھے پڑھے لوگوں کے مقابلہ میں دستکاروں سے کرنے لگے - اسی طرح جو دستکاری سے نابلد ہوتا تھا اوس کے ساتھ کوئی اپنی بیٹی کا عقد کرنے پر آمادہ نہ ہوتا تھا - اس رسم کا اثر اس قدر ہے تو دہلی آگرہ اور لکھنؤ میں اب بھی باقی ہے کہ شریف مگر مفلوک الحال خاندانوں کی مستورات زردوزی - ریشم کھولنے - تارکشی - چکن کاڑھنے اور ٹوپیاں بنانے کے کام سے اپنا پیٹ پال رہی ہیں - دوسرا فائدہ اس مینا بازار سے یہ ہوتا تھا - کہ خوبصورت اور باتمیز عورتوں کی شادی اچھے خاندانوں اور اکثر شاہی خاندانوں میں ہو جایا کرتی تھی - یہ مینا بازار ایک طرح پر تو اچھے گھروں کی مستورات کے شعور وتمیز کے لئے ایک کسوٹی تھی - اورنگزیب جو شرع کا پابند تھا اوس نے اس رسم کو بھی اوڑا دینا چاہا - مگر شاہی خاندان کی مستورات نے اوسے اس حرکت سے بمشکل روکا - شاہجہان آباد کو پایہ تخت قرار دینے سے دلی کی صنعت وحرفت کو بہت کچھ نقصان پہونچا - اورنگزیب کی دور اندیشی جو در اصل دور اندیشی نہ تھی - اوسکی دست برد سے دلی کی صنعت وحرفت بھی نہ بچ سکی -

صنعت و حرفت بغیر کسی ملک کے باشندے آزادانہ طور پر روزی نہیں کما سکتے۔ بلکہ قومی عظمت کا دار و مدار ایک طرح پر تو زیادہ تر صنعت و حرفت ہی کے اوپر ہے۔ تجارت جو سب سے بڑا ذریعہ دولت و عظمت کا سمجھا جاتا ہے وہ دراصل صنعت و حرفت کا محتاج ہے جب کسی ملک صنعت و حرفت کا وجود نہ ہو گا۔ تو تجارت کہاں سے پیدا ہو جائے گی جس ملک کے باشندے صنعت و حرفت سے بے بہرہ ہیں۔ وہ روزمرہ کی زندگی کی ضروریات کے لئے دوسری قوموں کے محتاج اور دست نگر رہتے رہتے ہیں اس لئے جو قوم اور جو ملک اپنی ضروریات کو اپنے ہی ہاتھوں سے رفع کر سکتا ہے وہ ضرور شان و عظمت اور دولت کی فرمانروائی اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ ہمارے ملک ہندوستان میں صنعت و حرفت محض برائے نام ہے یہاں کے لوگ ذرا ذرا سی باتوں کے لئے دوسرے ملک والوں کے محتاج ہیں۔ بڑی بڑی ضروریات کو بھی چھوڑ کر وہ ذرا ذرا سی ضرورتیں اپنے ہاتھوں سے رفع نہیں کر سکتے۔ سوئی۔ دھاگہ بٹن یہ تو بہت ہی ادنےٰ درجہ کی صنعت ہے۔ مگر یہ چیزیں جیسی اچھی اور سستی اور ملک والوں کے ہاں بنتی ہیں۔ ہندوستان میں نہیں بنائی جا سکتی ہیں۔ ہم جن چیزوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ یورپ والے اون ہی سے بڑی بیش قیمت اشیاء تیار کراتے ہیں۔ مثلاً ہڈیاں جنکی ہندوستان والے بالکل قدر نہیں کرتے۔ یورپ والے اوس سے وہ وہ چیزیں بناتے ہیں کہ باید و شاید۔ ان ہی ہڈیوں کے مضبوط اور عمدہ ٹکڑوں سے چاقو۔ چھری اور دیگر آلات کے دستے بنائے جاتے ہیں۔ بٹن بناتے ہیں۔ ناکارہ ٹکڑوں کو پیسکر اوس سے فاسفورس بناتے ہیں۔ جو ایک نہایت بیش قیمت دوا ہے۔ فاسفورس دیا سلائی بنانے کے کام میں آتی ہے۔ وہ کمزوری اور جریان سے امراض کا خاص علاج بھی جاتی ہے۔ فاسفورس کے کھانے کے بعد جو فضلہ رہ جاتا ہے۔ اوسے انڈے کی سفیدی میں حل کر کے کلف کے کام میں لایا جاتا ہے یا اوس فضلہ کا کھیتوں میں کھاد ڈالتے ہیں جو نہایت زرخیز ہوتا ہے اس کے علاوہ اور بہت سی چیزیں بناتے ہیں۔ پتھر کے کوئلہ سے گیس بناتے ہیں جو روشنی کا کام دیتی ہے۔ نیل

بھی بنایا جاتا ہے - جو قدرتی نیل سے ہر طرح اچھا ثابت ہوتا ہے - مختلف قسم کے رنگ بھی بنائے جاتے ہیں - اوس کا فضلہ جسے تارکول کہتے ہیں اگر اوسے مکانوں کی دیواروں میں لگایا جائے - تو دیواروں میں لونی نہیں لگتی اگر لکڑی میں لگایا جائے - تو لکڑی سڑتی گلتی نہیں اور نہ اوس میں گھن اور دیمک لگنے پاتے ہیں - ہندوستان کی صنعت وحرفت کا تو یہ حال ہے اب رہی تجارت سو وہ اون ہی چیزوں کی ہے جو دوسرے ملک والوں کی بنائی ہوئی ہیں یا اپنے ملک کی پیداوار میں سے روئی - تیل - غلہ وغیرہ کی تجارت سمجھو مگر یہ تجارت بھی ایک قسم کی آڑھت ہے - دراصل تجارت نہیں تجارت اوسے اوسی وقت کہا جا سکتا ہے - جب کہ اس ملک کی پیداوار سے یہاں کے باشندے اپنی ضرورت کی تمام چیزوں کو تیار کر سکیں -

تلاوان

اورنگ زیب نے سیاسی امور میں ایک عقلمندی یہ کی کہ تلاوان کو قایم رکھا - اگرچہ یہ رسم ہندؤں کی رسم تھی - اور شرعاً مسلمانوں میں ناجائز سمجھی جاتی ہے - لیکن اکبر نے سیاسی امور کے لحاظ سے اوسکو رواج دیا - اس سے سب میں بڑا فائدہ تو یہ ہوتا تھا - کہ بہت سے غربا اور مساکین اور حاجتمندوں کے کام چل جاتے تھے جس کے باعث بادشاہ کو ایک گونہ ہر دلعزیزی حاصل ہو جاتی تھی - دوسرا فائدہ یہ تھا - کہ بادشاہ کو ایک معقول رقم نذرانہ میں آجاتی تھی - یہ تلاوان بادشاہ اپنی سالگرہ کے دن کیا کرتے تھے - بادشاہ اپنی سالگرہ کے دن لباس فاخرہ پہنکر ایک ترازو کے ایک پلڑے میں بیٹھتا تھا - اور کئی بار غلہ اور دیگر اشیاء - اور سونا چاندی سے تولا جاتا تھا یہ چیزیں بعد کو مسکینوں کو تقسیم کر دی جاتی تھیں - مغلیہ خاندان کے بادشاہوں کو تلاوان کے وقت کوئی دو لاکھ پونڈ یعنے تیس لاکھ روپیہ کا مال وزر نذر میں ملجاتا تھا - محض اس نفع کے خیال سے اورنگ زیب نے تلاوان کی رسم کو قایم رکھا اب کوئی بتلائے کہ اورنگ زیب کی شرع نے اس تلاوان کو کیوں جائز رکھا - دراصل وہ پابند شرع نہ تھا - بلکہ اوس نے تو شرع کو اپنی خواہشوں کے پورا کرنیکا ایک ذریعہ بنایا تھا -

اصول مملکت

اصول مملکت میں اورنگ زیب نے بڑی بڑی غلطیاں کھائیں۔ اورنگزیب کی رعایا زیادہ تر ہندو تھی۔ اور اوس کے خیال کے موافق کافر۔ اوسکے باپ کے سپہ سالار اور معزز حکام ایرانی شیعہ تھے۔ اور ہندو اور شیعہ دونوں سنیوں سے سخت مخالفت رکھتے تھے۔ اگرچہ ان ہی دونوں کی امداد بغیر کاروبار سلطنت نہیں چل سکتے تھے۔ مگر اورنگ زیب نے اُن دونوں سے بگاڑ کیا۔

اورنگزیب نے شیعوں اور راجپوتوں کو ناراض کیا

ایرانی شیعہ تعداد میں بہت تھوڑے تھے۔ لیکن راجپوتوں کی تعداد کثیر تھی۔ اون کا مسکن راجستان تھا۔ اون کی فرمانروا تعداد میں کوئی ایک سو کے قریب تھے۔ اور ان میں سے بعض تو ۲۰۰۰۰ ہزار سوار میدان جنگ میں لا سکتے تھے۔ راجپوت پیدائشی بہادر تھے۔ اور اپنے خاندانی وقار اور اپنے حکمران کیخاطر بے خطر جان دیدیتے تھے۔ اون کی جنگ قابل یادگار ہوا کرتی تھی۔ اگر وہ سب یکدل ہو جاتے تو مغل فوج کچھ نہ کر سکتی۔ بلکہ ہندوستان میں کبھی کسی دوسری قوم کے قدم نہ جم سکتے۔ مگر اون میں آپسمیں پھوٹ تھی۔ وہ ایک دوسرے سے ہمیشہ برسرپیکار رہا کرتے تھے۔ اون کی جنگجو طبیعتوں کو کوئی مشغلہ پسند نہ تھا۔ بجز خونریزی۔ اس لیئے اکبر نے اون کو اپنا طرفدار بنانا شروع کیا۔ اون کو فوج کی سپہ سالاری پر مقرر کیا تاکہ مصیبت اور جنگی مشغلہ دونوں اونہیں نصیب رہیں۔ اکبر کے ہاں ٹوڈرمل نے بنگالہ فتح کر کے وزیر مال کی بیش بہا اور بے نظیر خدمات انجام دیں۔ رفتہ رفتہ اکبر نے ہندوؤں و راجپوتوں کو اپنی سلطنت میں چھوٹے چھوٹے عہدوں پہ مامور کیا۔ اس سے ہندو اور راجپوت مغلوں کے جان نثار دوست بن گئے۔

دوسری غلطی — اورنگزیب کے سپہ سالار

اورنگ زیب کے سپہ سالار شیعہ۔ پٹھان۔ اور راجپوت تھے لیکن افغانستان کے خلاف افغانی نہیں لڑ سکتے تھے۔ بلکہ شیعہ یا راجپوت دکھن کی شیعہ حکومت کے خلاف شیعہ نہیں بلکہ راجپوت یا افغانی اور راجپوتوں کے خلاف راجپوت نہیں۔ بلکہ شیعہ اور افغانی۔ چنانچہ

اوسے ایسے سپہ سالاروں کی ضرورت تھی جنکی ضرورت اکبر نے محسوس کی تھی اور جو ہر حال میں اوس کے تابع فرماں رہتے جس طرح خلفائے عباسیہ نے عرب کے مغرور سرداروں میں سے سپہ سالار اور اُمرا نہیں مقرر کئے تھے بلکہ آزاد غلاموں میں سے جنہیں، وہ خیر خواہی پر زیادہ رتبہ دے سکتے - اور بدخواہی پر معزول کر سکتے تھے - اسی طرح اکبر نے بھی اس قاعدے پر عمل کرنا چاہا - اول تو اوس نے راجپوتوں سے میل کیا - اور دوسرے منصبداری قایم کی جنہیں یا تو نقد یا جاگیروں میں زمین عطا کی گئی - منصبداری اوسکے سواروں کی تعداد پر منحصر تھی - جو منصبدار کے زیر فرمان ہوا کرتے تھے - اس لیے مغلوں کے ہاں ۵۰۰ سوار سے لیکر ۱۲۰۰۰ سوار تک کے منصبدار رہتے تھے - ایک ہزار سے زیادہ سواروں والے منصبدار وہ امرا نام کہلاتے تھے - اگرچہ منصبدار اور بعض اوقات اوس قدر سوار نہ رکھتے تھے - جسقدر کہ اون کے منصب کے لیے شایاں اور ضروری تھے - کیونکہ بعض اوقات ۵ ہزار کی تعداد کی جگہ صرف ۵ سو ہی سوار رکھے جاتے تھے - اور ۵ ہزار کی تعداد صرف کاغذی ہوا کرتی تھی - لیکن اون کے اخراجات سرکار سے ملا کرتے تھے اور منصبدار کی آمدنی منصبدار کے کام آتی تھی -

اگرچہ منصب دار اپنے منصب سے کم سوار رکھتے یا سواروں کو تنخواہ دیکر اپنی آمدنی بڑھا لیتے تھے - لیکن درباروں اور سالگرہوں کے موقع پر اون کو بادشاہ کو بڑی بڑی نذریں دینی پڑتی تھیں - اور شان وشوکت سے رہا کرتے تھے - اس باعث زیادہ تر قرضدار ہو جاتے تھے - اصول منصبداری یہ تھا کہ منصبدار کے انتقال کے بعد اوسکی جاگیر اور بعض اوقات اوسکا پس انداز بھی قانوناً بادشاہ کو مل جاتا تھا - اس لیے بعض منصبدار چالاکی سے نقدی جمع کر لیتے تھے - نہ اون کی اولاد کے کام آئے - منصبدار اُمرا اور راجپوت راجاؤں کی سوار فوج جنکو بادشاہ سے وثیقے ملا کرتے تھے - بقول برنیر کے ۲ لاکھ تھی - جس میں سے ۴۰ ہزار بادشاہ کے حضور میں رہا کرتی تھی اور پیادہ فوج - توپخانہ - شتر سوار - اور لاؤ لشکر اس کے علاوہ تھا - اورنگ کی بڑی آمدنی اون کے خرچ میں آتی تھی - لیکن باوجود ان تمام باتوں کے منصبدار بادشاہ

کی مٹھی میں رہتے تھے۔ کیونکہ وہ ذراسی خطا پر معزول ہو سکتے تھے۔ اور اونکی وفات کے بعد بھی اون کی منصبداری کا خاتمہ ہو جاتا تھا۔

صوبوں کی بد انتظامی

جسطرح فوج اور منصبدار دونوں بادشاہ کے ہاتھ میں تھے۔ اوسی طرح سول محکمہ بھی تھا۔ بیرونی صوبوں میں جو پایہ تخت سے دور دراز مقامات پر واقع تھے۔ سول اور فوجی اختیارات ایک ہی شخص کو ملا کرتے تھے۔ جو گورنر یا صوبہ کہلاتا تھا۔ اگرچہ یہ صوبے بڑے ظالم ہوتے تھے اور رعایا کو دبا دبا کر اوس سے سب کچھ لے لیتے تھے۔ مگر زمین کی کل آمدنی کا ایک حصہ شاہی خزانہ میں ضرور داخل کرتے تھے۔ اور مزید براں دیگر محصولوں کو شاہی خزانہ میں بھیجدیتے تھے۔ اکبر نے اس خیال سے کہ منصبدار اور صوبے ایک ہی جگہ مدت تک رہنے سے زور پکڑ کر کہیں اوسکے لئے خطرناک ثابت نہوں۔ یہ قاعدہ جاری کیا۔ کہ وہ چند عرصہ کے بعد ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کر دیے جائیں۔ بعض اوقات منصبداروں کی جاگیریں بھی قصور کے اوپر ضبط کر لی جاتیں تھیں۔ مزید براں صوبوں کی نگرانی اور وہاں کے صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے اکبر نے شاہی انسپکٹر بھی مقرر کئے تھے۔ مگر حکام صوبہ جات انسپکٹروں اور اپنے ہاں کے قاضیوں کو بڑی رشوتیں دے کر اپنا طرفدار بنا لیتے تھے تاکہ اون کے مظالم کے حالات بادشاہ کے کان تک نہ جا سکیں۔ اکبر کے بعض صوبوں میں ظلم وستم کو ترقی ہوتی گئی۔ اگرچہ اورنگ زیب چاہتا تو اسکو دور کر سکتا تھا۔ لیکن اوس نے اوس کو اور زیادہ ترقی دی۔ کیونکہ ہندو منصبداروں کو برطرف کر کے اون کی جگہ ادنےٰ درجہ کے ناخواندہ مسلمان مقرر کر دیئے۔ اور خود اون کی نگرانی نہیں کر سکتا تھا۔ اس وقت ضرورت اس امر کی متقاضی تھی۔ کہ وہ قاضیوں اور انسپکٹروں کے ذریعہ نگرانی کرانے کی جگہ خود صوبوں کی نگرانی کرتا مگر چونکہ وہ کمزور طبیعت تھا۔ اوسے اپنی جان کا اندیشہ تھا۔ اوسے اپنے لوگوں پر بھروسہ نہ تھا۔ اسلئے بذات خود وہ کچھ بھی نہ کر سکا۔

ان وجوہات کو دیکھتے ہوئے لامحالہ یہی کہنا پڑتا ہے جو برنیئر اورنگ زیب

کی نسبت لکھ گیا ہے کہ "اورنگ زیب ہندوستان میں ایک اجنبی کی مانند تھا وہ دشمنوں کے ملک میں تھا۔ جہاں ایک ایک مغل یا مسلمان کے مقابلہ میں سو سو کافر تھے"

اہل ہند پہلے ہی سے مظالم کے عادی ہو رہے تھے۔ اور اورنگ زیب کے زمانہ کے مظالم نے اون کی ہمت بالکل توڑ دی تھی۔ اسلیئے ملک میں بغاوت نہ ہوئی۔ اگرچہ شاہی حدود کے باہر اورنگ زیب کے خلاف بغاوتیں ضرور ہوئیں جنکے مٹانے کے لیئے فوجیں بھیجی گئیں۔ لیکن اندر ہی اندر حکومت کو ایک گھن لگ گیا۔

بیرونی بغاوتیں

(۱) بیرونی بغاوتوں میں آسام کے لوگوں کی سرکشی سب سے زیادہ مشہور ہے جسے میر جملہ مٹانے گیا تھا۔ دسمبر ۱۶۶۳ء گمر اوسکا وہیں انتقال ہو گیا۔

(۲) اراکان کی بادشاہت صوبہ بنگال کے لیے خطرناک تھی۔ شاہ اراکان کا پایہ تخت چٹگانگ میں تھا۔ اوس کے پاس گو آ، سیلون، کوچین، اور ملاکا کے باشندے اور وہ غلے پرتگالی جانے اور وہ اون کو بسا لیتا تھا۔ یہ لوگ سمندر کے کنارے اور صوبہ بنگال میں چالیس چالیس میل تک گھسکر گنگا کے دہانوں پر لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ اس سے اورنگ زیب کو سخت پریشانی ہوتی تھی۔ اس لیئے جب میر جملہ کے شایستہ خاں بنگالہ کا گورنر مقرر کیا گیا تو اوس نے شاہ اراکان کی حمایت کو توڑ قزاقوں کو زیر کرنے کے لیئے کمر باندھی۔ ڈچوں نے جو پرتگالیوں کی طاقت کو کم کرنا چاہتے تھے شایستہ خاں کا ساتھ دیا۔ اور قزاق زیر کر دیئے گئے اور ۱۶۶۶ء میں اونکی ایک بستی ڈھاکہ سے چند میل پر بسائی گئی جسے فرنگی بازار کہتے ہیں۔ اس کے بعد شایستہ خاں نے ایک لشکر کثیر بھیجکر اراکان کو بنگال میں ملا لیا۔ اور اسکا نام اسلام آباد رکھا۔

[illegible]

پرتگالیوں کے زیر کیئے جانے کے چوبیس برس بعد ۱۶۹۰ء بموجب ہدایت اورنگ زیب کے اجازت لے کر اور زمین حاصل کر کے سوتانتی کو جو جنگل صاف کیا۔ اور اوس شہر کی بنیاد ڈالی۔ جسے اب کلکتہ کہتے ہیں۔

"مجالس السلاطین" مصنفہ محمد شریف حنفی اور بختاور خاں اور ایڈورڈ ٹامس کی کتاب مغل سلطنت ہند کی ذرایع آمدنی" کے موافق اورنگ زیب کے زمانہ میں حسب ذیل آمدنی تھی۔

اورنگ زیب کے زمانہ میں سرکاری آمدنی

۱۶۶۰ء میں ۰۰۰۰۱۴۲۵ پونڈ ۱۷۰۷ء میں ۰۰۰۵۹۳۳ پونڈ اس وقت ایک روپیہ ہندوستانی برابر ۲ شلنگ ۳ پنس کے تھا۔ مگر اسوقت ایک روپیہ ہندوستانی برابر ہے ایک شلنگ $\frac{1}{2}$ ہنس کے۔

یہ آمدنی صرف مالگذاری اراضی تھی۔ اور اسکی تصدیق یہ ہے کہ ۱۶۶۰ء میں برنیر نے کل آمدنی ۰۰۰۰۱۴۲۵ پونڈ قرار دی تھی۔ مگر بادشاہنامہ منشی عبد الحمید لاہوری سے ۱۶۴۸ء میں ۰۰۰۰۵۷۴۲ پونڈ ثابت ہوتی ہے۔ ۱۶۹۷ء میں مانوچی نے ۵۵۰۰۰۳۴ پونڈ لکھی ہے۔ مگر دستور العمل عمال سے اورنگ زیب کی حکومت کے درمیانی زمانہ کی آمدنی ۰۰۰۰۰۰۴ پونڈ ثابت ہوتی ہے۔

اگرچہ اکبر کے زمانہ سے زمین کی کل محاصل کا $\frac{1}{3}$ شاہی خزانہ میں داخل کیا جاتا تھا۔ مگر اورنگ زیب کے وقت میں اس میں ذرا خرابی ہوگئی تھی۔ آمدنی کی مذکورہ بالا قوم صرف اراضی کا محاصل ہیں۔ اوس میں جذیہ کے پھر جاری ہونے کی آمدنی۔ شاہی نذرانہ۔ جاگیروں کی ضبطی اور دیگر ٹیکسوں کی آمدنی شامل نہیں جو کروڑوں روپیہ تک پہونچتی ہے۔ اورنگ زیب نے جذیہ دوبارہ ۱۶۷۵ء میں جاری کیا تھا۔ اور صرف قصبہ برہانپور سے اس مدمیں اوسی سال میں ۲۶ ہزار روپیہ کی آمدنی ہوئی تھی۔ اس سے سرسری طور پر اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کہ اس مدمیں اور نیز دیگر مدوں میں ساری ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کس قدر آمدنی ہوئی ہوگی۔ لیکن ان مدوں کی صحیح آمدنی کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان کے اصلی نقشے نہیں پائے جاتے ہیں۔

تاہم یورپین مؤرخوں کے بیان سے اندازہ ہوسکتا ہے ولیم ہاکنس نے

جو جہانگیر کے دربار میں ۱۶۰۸ - ۱۶۰۹ء تک رہا لکھا ہے کہ جہانگیر کی کُل آمدنی پچاس کروڑ روپیہ تھی۔ ڈاکٹر جیمیلی کریری نے جو اورنگ زیب سے ۱۶۶۵ء میں دکھن میں ملا تھا۔ لکھا ہے۔ کہ اوس کی آمدنی ۳۸ ملین پونڈ تھی الغرض آمدنی تھی۔ تو بجد کثیر مگر اخراجات بھی زیادہ تھے۔ کیونکہ شاہجہان اپنی ساری عمر کی کوشش میں علاوہ جواہرات کے ۶ کروڑ روپیہ جمع کرسکا اور اورنگ زیب کی وفات پر خزانہ میں صرف ۱۳ لاکھ روپیہ نقد نکلا۔

ہندوستان کا کمال اور ملک کی امان

اورنگ زیب کے زمانہ میں ملک میں اس قدر امن و امان تھے۔ کہ نہ تو آسام اور اراکان۔ اور نہ دکھن کی شورشوں سے ملک میں ذرا بھی بد امنی پھیلی۔

ماہ دسمبر ۱۶۶۲ء میں شاہجہان کو آگرہ میں قیدخانہ میں چھوڑکر اورنگ زیب ۱۸ ماہ پایہ تخت سے باہر رہا۔ یہ زمانہ اوس کی کشمیر کی سیر کا زمانہ تھا۔ جس میں سے صرف ۶ ماہ راستے میں آنے جانے میں صرف ہوئے۔ اورنگ زیب کشمیر کی سیر کو بڑے کر و فر کے ساتھ ۳۵ ہزار سوار ۱۰ ہزار پیادے۔ ۱۲ توپیں۔ بے شمار ہاتھی۔ گھوڑے۔ پالکی۔ رتھ۔ پالکی۔ شتر سوار امراء۔ راجہ اور منصبداروں کا جلوس لے کر بڑے آرام و اطمینان کے ساتھ گیا تھا۔ اور ہمراہی میں پالکیوں پر اور ہاتھیوں پر بیگمات کا جلوس تھا الغرض خدام اور لشکر کے علاوہ سازی دلّی کے دوکاندار بھی اس سیر کو اورنگ زیب کے ساتھ گئے تھے۔ کل جلوس میں کوئی تین چار لاکھ آدمی تھے

جب اورنگ زیب ۱۶۶۵ء میں کشمیر سے واپس آیا تو ملک میں بالکل امن تھا۔ ۱۶۶۶ء میں شاہجہان کا انتقال ہوگیا جس سے اور بھی زیادہ امن ہوگیا۔ اسی سال شائستہ خاں نے اراکان کے الحاق کے فرحت افزا خبر بھیجی۔ سیواجی نے دربار شاہی میں حاضر ہونے کی خواہش ظاہر کی۔

۱۶۶۸ء میں راجہ جے سنگھ کا انتقال ہوگیا۔ جو شاہجہان کا وفادار سپہ سالار مگر اورنگ زیب کے لئے کانٹا تھا۔ راجہ جسونت سنگھ کابل میں تھا۔ اور اسکی عمر کا پیالہ بھی بھر چکا تھا۔ الغرض اورنگ زیب بالکل امن سے

تھا۔ اور بعدسے ہندؤوں کے ساتھ اپنا مذہبی جوش نکالنے کے لئے خوب ہی اچھا موقع ملا۔

بت پرستی کے انسداد کی ابتدا

اپریل ۱۶۶۹ء میں اورنگ زیب کو یہ خبر ملی کہ بنارس کے برہمن اپنی دینیات کی تعلیم نہ صرف ہندؤوں ہی کو دیتے ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کو بھی۔ اس وقت جو کارروائی اورنگ زیب نے کی اوس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہندؤوں کے مذہب کو مٹانے کی فکر اوسے پہلے ہی سے لگی ہوئی تھی۔ اور محکمہ قضا سے صوبوں کے گورنروں کے نام اوس نے یہ فرمان جاری کرایا کہ "کافروں کی مدد سے اور مندر ڈھا دیئے جائیں۔ اور وہ بت پرستی کی تعلیم و تلقین بند کر دیں۔ پس بنارس میں وشنو مندر ڈھا دیا گیا۔ متھرا میں ایک مندر ڈھا کر اوسکی جگہ ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ جو اسوقت تک شہر کے بیچوں بیچ کھڑی ہوئی ہے۔ اور جو بُت اس مندر میں رکھا ہوا تھا۔ وہ آگرہ لاکر ایک مسجد کی سیڑھیوں میں لگایا گیا۔

ایک قتل مذہبی

کتاب معاصر عالمگیری مصنفہ مستعد خاں میں تاریخ یکم ذی القعد ۱۰۷۵ھ ہجری مطابق ۱۰ اپریل ۱۶۶۹ء کے ایک قتل مذہبی کا واقع لکھا ہے۔

اورنگ زیب کے عہد میں پہلی بغاوت

پہلی بغاوت میوات میں ہندؤوں کے ایک فرقہ "ست نامی" نے کی تھی۔ اس فرقہ کے لوگوں نے قصبہ نارنول پر قبضہ کر کے خراج وصول کر لیا۔ دلی سے کئی مہم روانہ کی گئیں۔ مگر وہ دبے (دیکھو تاریخ خافی خاں جلد ۲۔ صفحہ ۲۵۹) آخر کار اورنگ زیب نے ایرانیوں کی ایک جری اور زبردست فوج روانہ کی جو ہندؤوں سے سخت تعصب رکھتی تھی۔ اور قتل عام کرایا گیا۔

اورنگ زیب کے عہد میں دوسری بغاوت

جب اہل دہلی نے جذیہ کے خلاف واویلا مچایا تو اورنگ زیب نے دربار میں آنا بند کر دیا تاکہ اون کی عرض نہ سُنے۔ جامع مسجد کے راستہ میں ہندو اوس کے ہاتھی کو گھیر لیتے اور عرض و معروض کرتے تھے۔ مگر وہ اُن کی ایک نہ سنتا تھا۔ راجہ جسونت سنگھ کی وفات

پر اورنگ زیب نے اُس کے دونوں بیٹوں کو دہلی بلاکر تعلیم دلوانی شروع کی، اور اون کو مسلمان کر لیا۔ جب راجپوتوں کو اسکا اور جذبہ کا حال معلوم ہؤا تو اونہوں نے دونوں لڑکوں کو دہلی سے مارواڑ پہونچا دیا۔ (از حیات اورنگ زیب مصنفہ اسٹینلی لین پول) اسپر اورنگ زیب نے راجپوتانہ پر حملہ کیا۔ میواڑ (اودھپور) مارواڑ (جودھپور) اوس کے مقابلہ میں آئے۔ صرف امبر (جےپور) کا راجہ رام سنگھ اورنگ زیب کا وفادار بنا رہا۔ راجپوتوں نے ۲۵ ہزار سوار میدان جنگ میں اوتار دیئے۔ راجپوت مقابلہ میں غالب تھے۔ اورنگ زیب نے اجمیر سے چوتھے بیٹے اکبر کو سپہ سالار بنایا۔ اور دکھن و بنگال سے معظم اور اعظم کو معہ فوج کے طلب کیا۔ ابھی اورنگ زیب ایک ہزار سوار کو لئے ہوئے اجمیر پڑا تھا۔ کہ اوسے یہ خبر ملی کہ اکبر راجپوتوں سے جا ملا اور اُس نے ہندوستان کا حکمران ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور ۷ ہزار فوج لئے ہوئے اوس کے مقابلہ کو آرہا ہے۔ اُدھر تو اورنگ زیب نے معظم و اعظم کو معہ فوج کے بلایا اور ادھر اکبر کو مبارکباد کا خط لکھا۔ یہ اورنگ زیب کی ایک چال تھی۔ اسپر مغل جو تہور خاں نائب سپہ سالار کی ماتحتی میں تھے۔ اکبر سے منحرف ہو کر اورنگ زیب سے آملے اکبر معہ ۵۰۰ فوج کے بھاگ کر راہری کے مرہٹہ سردار سے جا ملا۔ اور وہاں سے فارس کو چلا گیا۔ اور پھر واپس نہ آیا۔ لڑائی جاری رہی۔ مگر وفادار راجپوت برگشتہ ہو گئے۔ اور اورنگ زیب پر غالب پڑے۔ اورنگ زیب نے اودھپور پر قبضہ کر لیا۔ مگر باغی پہاڑیوں میں چلے گئے۔ اس کے بعد صلح ہو گئی رانا اودھپور نے کچھ ملک بطور تاوان اورنگ زیب کی نذر کیا۔ راجہ جسونت سنگھ کا چھوٹا بیٹا جودھپور کا راجہ اور اپنے باپ کا قایم مقام تسلیم کیا گیا۔ مگر اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد پھر بغاوت پھوٹ نکلی۔ جسکے باعث سوائے راج جےپور کے سارا راجپوتانہ اورنگ زیب کی وفات تک باغی بنا رہا۔

بہمنی خاندان سے جھگڑا

سب سے پہلے دکھن کو محمود تغلق نے چودھویں صدی عیسوی میں سر کیا تھا۔ اوس نے دیوگری کو جسے دولت آباد بھی کہتے

میں اپنا پایہ تخت بنانے کا ارادہ کیا۔ مگر اس میں اوسے کامیابی حاصل نہوئی
محمود تغلق کی وفات پر بہمنی خاندان نے دکھن پر قبضہ کرلیا۔ اس خاندان کی
رفتہ رفتہ پانچ شاخیں ہوگئیں جن میں وہ شاخیں بہت زبردست تھیں
جو گولکنڈا میں قطب شاہی۔ بیجاپور میں عادل شاہی اور احمدنگر میں نظام
شاہی خاندانوں کے نام سے حکمرانی کرتی تھیں۔ مغلوں کا ان ریاستوں پر دانت
لگاہوا تھا۔ اکبر نے اُن کو اپنے زیرنگیں لانے کا ارادہ کیا تھا۔ اور اس کوشش
میں اوسے اسقدر کامیابی تو نصیب ہوگئی تھی کہ احمدنگر اور گولکنڈا اوسے
خراج دینے لگے تھے۔ لیکن اکبر کے بعد مغلوں کے حکمرانوں کی توجہ دکھن کی
طرف سے کچھ پھیکی سی پڑگئی تھی۔ اس لیے یہ دونوں ریاستیں پھر خودمختار بن
بیٹھیں۔ جبوقت اورنگ زیب تخت شاہی پر متمکن ہوا۔ تو اوس نے ان ریاستوں
سے خراج طلب کیا۔

میرجملہ جو دراصل بہمنی خاندان کی ایک شاخ عادل شاہی میں سے تھا۔ وہ
خانگی نزاع کے باعث ترک وطن کرکے اورنگ زیب سے آملا جو اوس وقت
دکھن میں سپہ سالاری کررہا تھا۔ میرجملہ ایرانی نژاد شیعہ اور اچھا سپہ سالار تھا
اوسے بت پرستوں کے ساتھ سخت دشمنی تھی۔ جب وہ اپنے خاندان
ہی میں تھا۔ تو اوس نے دکھن کے چند مندروں کو خوب لوٹا۔ اور
جب خاندان سے نزاع ہوا۔ تو وہ اورنگ زیب کے پاس آگیا۔ جس نے
اوسے ۵۰۰۰ سواروں کی سپہ سالاری عطاکردی۔ اورنگ زیب نے میرجملہ
کی مدد سے اپنا مطلب نکالنا چاہا اور بہمنی خاندان کی مختلف شاخوں کو زیر
کرنے پر کمر باندھی۔ اورنگ زیب نے شاہزادہ محمود کو عادل شاہ کے پاس
میرجملہ کے حقوق طلب کرنے کے لیے بھیجا۔ مگر معہ فوج ولشکر کے اور خود بھی ایک
طرف سے اُس ملک پر چڑھائی کردی۔ اُدھر مالوہ سے شائستہ خان نے بھی
اپنی فوج لیکر عادل شاہ کے ملک پر دھاوا بولدیا اور اورنگ زیب نے اوس
مجبور سے من مانی شرطیں قبول کرالیں۔ اورنگ زیب کا نام عادل شاہی
سکہ کے اوپر ضرب کیا گیا۔ اور شاہ عبداللہ کی بیٹی کے ساتھ اورنگ زیب کے

بڑے بیٹے کا عقد کر دیا گیا ۔ اور کئی قلعے جہیز میں دیئے گئے ۔ ایک کروڑ روپیہ سالانہ خراج مقرر کیا گیا ۔ اگر اورنگ زیب چاہتا تو ریاست گولکنڈا اوسی وقت مغلیہ سلطنت میں ملحق کر لیا جاتا ۔

کوہ نور ہیرا

میر جملہ تجارت کیا کرتا تھا ۔ اوس کے ہاتھ کہیں سے وہ ہیرا لگ گیا تھا جو اس وقت شاہ گریٹ برٹن کے تاج میں چمک رہا ہے کوہ نور ہیرا میر جملہ نے شاہجہان کی نذر کیا ۔ جسے ہندوستان سے نادرشاہ بادشاہ فارس لے گیا ۔ اور احمد شاہ دُرانی کابل لایا یہ ہیرا احمد شاہ کی وفات کے بعد اوس کے خاندان کے ایک شخص سے راجہ رنجیت سنگھ کے ہاتھ آگیا جسنے اوسے برطانیہ کی ملکہ کو نذر کر دیا ۔ اور اب وہ ہمارے شاہ عادل پناہ کے تاج میں جگمگ جگمگ کر رہا ہے ۔

میر جملہ اور اورنگ زیب کے تعلقات

میر جملہ نے اپنی ذاتی لیاقت اور خدمات کے باعث رفتہ رفتہ شاہجہان اور اورنگ زیب کے دل میں گھر کر لیا ۔ اورنگ زیب سے اوس کی بڑھی گاڑھی دوستی پیدا ہو گئی ۔ اور آخر کار وہ دکھن کا سپہ سالار مقرر کیا گیا ۔ میر جملہ کو اس بدسلوکی کا عوض جو اوس کے ساتھ عادل شاہی خاندان کی طرف سے کی گئی تھی ۔ لینے کی فکر ہر دم دامنگیر رہتی تھی اسلئے اوس نے اورنگ زیب کے ساتھ ساز و باز کر کے عادل شاہی خاندان کو بالکل تہ و بالا کر ڈالا ۔ اور اپنی دلی آرزو کو پورا کر لیا ۔

ابتدا مرہٹوں کا عروج

اسی عرصہ میں دکھن میں مرہٹے زور پکڑ گئے ۔ اونھوں نے ست پڑا پہاڑ سے لیکر گوا تک بحر ہند کے کنارے کنارے ایک حکومت قائم کی تھی ۔ جہاں وہ دکھن اور بنگال پر یورش کر سکتے تھے ۔ اون کا ملک کو نکن مغربی گھاٹ اور بحر ہند کے درمیان تھا ۔

اورنگ زیب کی حکمرانی سے پہلے مرہٹوں نے کچھ نام و نمود حاصل نہیں کیے تھے ۔ اون کو دراصل بیجاپور کے بادشاہ کے ہاں سے عروج حاصل ہوا تھا ۔ جس نے کئی ایک مرہٹوں کی تعلیم و تربیت کی تھی ۔ بہت سے مرہٹے اوس کی فوج میں ملازم تھے ۔ جہاں اون کو فن حرب سے خوب واقفیت حاصل ہو گئی

مرہٹوں کا بیجاپور کی ریاست میں وہ عمل و دخل ہو گیا۔ کہ عدالت میں اونکی زبان رائج کی گئی۔ اور اسی زبان میں تمام کاروائی ہونے لگی۔ اور رفتہ رفتہ وہ بیجاپور کے علاوہ گولکنڈا کی ریاست میں بھی گھس گیے۔ الغرض ان دونوں ریاستوں میں وہ بڑے بڑے عہدوں پر مامور کئے گئے۔ مرہٹوں میں سب سے مشہور اور بارسوخ شخص شاہ جی بھونسلا تھا۔ جسے پونا کا گورنر بنا دیا گیا تھا۔ اوس سے سیواجی پیدا ہوا۔ جو مرہٹوں کی حکومت کو عروج پر پہونچانے والا سمجھا جاتا ہے۔

سیواجی کا عروج

سیواجی اپنے باپ کی وفات پر پونہ کا گورنر بنایا گیا۔ جہاں سے اوسنے چاروں طرف ہاتھ پھیلکنا شروع کیا۔ اور کچھ عرصہ بعد قلعہ تورانا پر قبضہ کر لیا۔ ملک کونکن میں بہت سے کوہستانی قلعے تھے۔ سیواجی نے ان سب کو ایک ایک کر کے فتح کر لیا اور ملک کونکن کا مالک مختار بن بیٹھا اسکے بعد اوس نے مغربی گھاٹ کے حاکم کو قتل کر کے اوس کے ملک پہ قبضہ کر لیا اور پھر بیجاپور کی بہت سی سلطنت دبا بیٹھا۔ سکندر شاہ نے جو نوجوان تھا۔ اور جسے تخت بیجاپور پر بیٹھے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا۔ سیواجی کے مقابلہ کے لیئے ایک فوج بھیجی۔ جسے سیواجی نے شکست دے کر سکندر شاہ کے آئندہ زدم وارادے کو بالکل پامال کر دیا۔

سیواجی اور افضل خان

جب افضل خان سپہ سالار بیجاپور۔ بذات خود سیواجی کے مقابلہ کو گیا۔ تو اوس نے چال سے عاجزی کر لی اور اوسے دوست بنا کر اپنے قلعہ میں لے گیا۔ اور قتل کر ڈالا۔ اور پھر دھاوا کر کے بیجاپور کی فوج کو شکست فاش دی اس سے بیجاپور والوں کو اور بھی مایوسی ہوئی۔ مگر اونہوں نے ایک اور مہم تیار کر کے اوسکا مقابلہ کیا۔ لیکن اس مرتبہ بھی اون کو سیواجی کی دلاوریاں نے ہرا دیا۔ اس کے بعد دکھن کے فرمانرواؤں نے اوس سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔

سیواجی کی سلطنت کی وسعت

جب سیواجی کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نظر نہ آیا۔ تو وہ مدت تک لوٹ مار کرتا رہا۔ قافلوں کو لوٹا گیا۔ گرد و نواح کے

چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کے ملک دبا بیٹھا۔ مگر عورتوں اور معبدوں سے اوس نے کوئی تعرض نہ کیا۔

اوس کی سلطنت طول میں کلیان سے لیکر پرتگالی گوآ تک کوئی ۲۵۰ میل اور عرض میں پونہ سے لیکر دریاے کشنا تک کوئی ۱۰۰ امیل میں پھیل گئی۔ اور سپاہ کی تعداد کوئی ۵۰ ہزار ہو گئی گویا وہ ایک زبردست حکمران بن گیا۔

سیواجی اور مغلیہ سلطنت

اس کے بعد سیواجی نے مغلوں کی سلطنت پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ اوس نے اورنگ آباد پر حملہ کردیا۔ اور بہت سا مال وزر لوٹ کرلے گیا۔ شائستہ خاں سیواجی کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا گیا۔ جس نے ۱۶۶۰ء میں مرہٹوں کے ملک پر چڑھائی کردی اور قلعہ چکنا پر قبضہ کرلیا۔ اور اوسکا نام اسلام آباد رکھا۔ وہ تین سال تک سیواجی کی بربادی کے درپے رہا۔ مگر اوسے ذرا بھی کامیابی حاصل نہوئی بلکہ ایک سال رمضان کے مہینے میں جب شائستہ خاں کی فوج روزہ افطار کرچکی تھی۔ مرہٹے اوسپر اچانک آپڑے اور اونہوں نے بڑا کشت وخون کرڈالا۔ خود شائستہ خاں مارے جانے سے بچ گیا ۱۶۶۳ء میں شائستہ خاں صوبہ بنگال کو تبدیل کردیا گیا۔ اور شاہزادہ معظم مع راجہ جسونت سنگھ دکھن کی گورنری پر مامور کیا گیا۔ ادھر سیواجی نے اپنی فتح کی خوشی میں شہر سورت کو تباہ کرڈالا۔ یہ بندر حج جانے کا بندر تھا۔ مسلمانوں کو سیواجی پر بڑا غصہ آیا۔ اور راجہ جسونت سنگھ پر شبہ کیا گیا۔ کہ وہ ہندو ہونے کے باعث سیواجی سے میل رکھتا۔ اور اوسکی طرفداری کرتا ہے اسلئے اوسے میدان جنگ سے بلالیا گیا۔ اور اوسکی جگہ دکھن کی کمان پر راجہ جے سنگھ اور دلیر خاں مقرر کئے گئے۔ ان دونوں نے پانچ ماہ میں سیواجی کے بہت سے قلعوں پر قبضہ کرلیا۔ جب سیواجی بالکل مجبور ہوگیا تو اوس نے اطاعت قبول کرکے خراج دینا منظور کرلیا اور دہلی میں حاضر ہوکر اورنگ زیب کو آداب بجالایا۔

سیواجی کو امید تھی۔ کہ اوس کے ساتھ اورنگ زیب اچھا سلوک کریگا۔
اور اوسکی مدارات اوسی طرح کی جائیں جسطرح کہ ایک شخص اپنے برابر
والے اور ہم رتبہ شخص کی مدارات کرتا ہے یا جسطرح کہ سکندر اعظم
نے پورس کے ساتھ سلوک کیا تھا۔ مگر خلاف امید جب اوسے دربار میں پانچویں
درجہ کے امیروں میں جگہدی گئی۔ تو اوسے بڑی خفت حاصل ہوئی۔ اور
وہ غش کھاکر زمین پر گر پڑا۔ اورنگ زیب نے اوسے وہاں سے اوٹھوا کر ایک
مکان میں بھجوادیا۔ اور اوسکے چاروں طرف پہرے مقرر کردیئے۔ اوس
وقت سیواجی کو معلوم ہوا۔ کہ اوس کے ساتھ دہوکا کیا گیا۔ سیواجی
پر کچھ تو ملال کا اثر تھا۔ اور کچھ اوس نے بہانہ کرکے اپنے کو بیمار بنالیا۔ اور
ایک ایسی چال کھیلی کہ اورنگ زیب کے قبضہ سے نکل گیا۔ اوسنے برہمن طبیبوں
کو اپنے علاج و معالجہ کے لیے مقرر کرایا۔ اور اون کے ذریعہ اپنے باہر والے
رفیقوں کے ساتھ سلام وپیام کا سلسلہ قایم کرلیا۔ اوس نے اپنی
اس چال کو مضبوط اور کامیاب بنانے کے لیے خیرات تقسیم کرنا شروع
کردی۔ خیرات کی چیزیں جن میں انواع اقسام کے کھانے اور شیرینی ہوتی
تھی۔ بڑی بڑی ٹوکریوں میں بند ہوکر اوس مکان کے اندر آنے لگیں جس میں
وہ مقیم تھا۔ اور وہاں سے باہر بھی جانے لگیں۔ یہ خیرات ہندو اور مسلمان
دونوں ذات کے مساکین اور فقیروں کو تقسیم کی جاتی تھی۔ جب کئی ماہ کے عرصہ
تک یہ سلسلہ جاری رہنے کے باعث پہرے داروں کو کامل یقین ہوگیا کہ
ان ٹوکریوں میں صرف شیرینی اور کھانے کی چیزیں آتی جاتی ہیں تو انھوں نے
چوکسی میں کمی کردی۔ اودھر اورنگ زیب کو بھی اطمینان ہوگیا۔ کہ شکار
اب نکل کر نہیں جاسکتا مگر سیواجی کو ہر دم یہی فکر لگی ہوئی تھی کہ حتی الامکان
جلد اورنگ زیب کے پنجے سے نکل جائے۔ جب وہ معاملہ ٹھیک ٹھاک کرچکا
تو ایک دن ایک ٹوکری میں آپ بیٹھ گیا۔ اور دوسری میں اپنے بیٹے کو بٹھادیا
اور اوس مکان سے نکلکر ایک پوشیدہ جگہ جا پہونچا۔ جہاں پہلے سے ایک
بادپا گھوڑا تیار رکھا تھا۔ اور گھوڑے پر سوار ہوکر اوس نے ایسا راستہ

اختیار کیا جس میں ہو کر آمدرفت نہیں ہوتی تھی۔ اور وہ دن میں متھرا جا پہنچا اور ایک برہمن کے ہاں مقیم ہوا۔ اس برہمن کے پاس اوس نے بیٹے کو چھوڑا اور خود سر اور ڈاڑھی منڈوا کر ایک سنیاسی کا بھیس بدل لیا۔ دیگر غیر مانوس راستوں سے سفر کرتا ہوا اپنے قلعہ رائے گڑھ میں جا پہونچا۔ اور پھر اوسنے اپنے بیٹے کو بھی بلوا لیا۔ یہ ۱۶۶۶ء کا واقعہ ہے۔

(۱) جسونت سنگھ کا دوبارہ دکھن کی مہم پر مقرر ہونا

اب سیواجی نے رائے گڑھ کے قلعہ کو اپنا پایہ تخت قرار دیا۔ اور اورنگ زیب نے اوسے پھر اپنے دام فریب میں پھانسنا چاہا۔ مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔ سیواجی بذات خود بڑا چالاک اور عیار تھا مگر یا تو کسی مصلحت سے یا دیگر دہلی آگیا تھا۔ ورنہ وہ اورنگ زیب سے عیاری اور چالاکی میں دو ہاتھ بڑھ کر ہی تھا۔ جب اورنگ زیب نے دیکھا۔ کہ شکار نکل گیا۔ تو اوس نے راجہ جسونت سنگھ کو پھر اوس کے پھانسنے کی غرض سے دوبارہ دکھن کی سپہ سالاری پر مامور کیا۔ اور ایک تازہ دم لشکر اوس کے ہمراہ روانہ کیا۔

سیواجی کی ترقی

سیواجی نے جب وہ اپنے ملک میں پہونچ گیا تو پھر دیکھ بھال کیساتھ قلعوں کو درست کر لیا۔ راستوں میں جنگی چوکیاں قایم کیں اور اپنی طاقت کو خوب مضبوط کر کے اورنگ زیب کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا وہ خوب جانتا تھا۔ کہ اورنگ زیب ضرور اوس کے برباد کرنے کی تدابیر دوبارہ اختیار کرے گا۔ اسلیئے اوس نے اوسے تو پہلے موقع نہ دیا۔ بلکہ خود اپنی طرف سے دست درازی شروع کی۔ اور ۱۶۷۰ء میں اوس نے سورت پر دوبارہ چھاپہ مار کر اوسے تباہ و برباد کر ڈالا۔ اور پھر خاندیش کو جا کر لوٹ لیا ۱۶۷۵ء میں اوس نے پھر تونچ پر چڑھائی کی۔ اور وہاں کے لوگوں سے خوب مال وزر لیا۔ ۱۶۷۷ء میں جنجی اور آرنی پر قبضہ کر کے اپنا سارا ملک پھر اپنے قابو میں کر لیا۔ اور پھر اوس نے چوتھ لینا شروع کی اور محلوں سے بھی اوس نے طلب کیا۔

چوتھ

کہتے ہیں۔ کہ ہیرے کو ہیرا ہی کاٹتا ہے۔ اس لحاظ سے تو اورنگ زیب

کا مد مقابل اگر کوئی شخص کہا جا سکتا ہے تو سیواجی تھا۔ ترکی بہ ترکی اوس نے جواب دیا۔ اورنگ زیب کے ہر طرح مان مار دیئے اور اوس کے دانت کھٹے کر کر دیئے۔ جسطرح اورنگ زیب نے ہندؤں کے اوپر جزیہ دوبارہ جاری کیا تھا۔ اوسی طرح سیواجی نے مسلمانوں پر چوتھ جاری کی۔ اور اوسے خود اورنگ زیب سے طلب کیا۔ سیواجی اورنگ زیب کے قبضہ سے نکلنے کے بعد پھر اوسکے دام فریب میں نہ تو پھنسا اور نہ اوس سے دبا۔

سیواجی کی وفات

مدبرین کی رائے ہے۔ کہ اگر سیواجی کی عمر وفا کرتی اور وہ ایک مدت اور زندہ رہتا۔ تو اورنگ زیب سے ضرور خراج وصول کرتا۔ اور مغلیہ خاندان کی جگہ مرہٹوں کی حکومت کا ہندوستان میں دور دورہ ہوتا۔ سیواجی کا استقلال۔ اوسکی فوجی نقل و حرکت اور رعب و داب یہ ایسی باتیں تھیں۔ کہ دیکھنے والوں کو سخت حیرت اور حکمرانوں پر اون سے ایک قسم کی ہیبت طاری ہوتی تھی۔ مگر عمر نے زیادہ وفا نہ کی اور وہ سنہ ۱۶۸۰ء میں فوت ہو گیا۔

سمبھاجی

سیواجی کی وفات پر اوسکا بیٹا سمبھاجی اوس کی جگہ فرمانروا ہوا اگرچہ وہ بھی نڈر سپہ سالار اور جنگجو تھا۔ لیکن عیاری اور معاملہ فہمی میں وہ سیواجی کی گرد کو بھی نہ پہونچا۔

اورنگ زیب سیواجی کی وفات کے بعد

اورنگ زیب کو اپنے دشمن سیواجی کی وفات پر بیحد خوشی حاصل ہوئی کیونکہ سیواجی اوس کے لیے ایک کانٹا تھا۔ سوائے سیواجی کے اوس وقت ہندوستان کے اور حکمرانوں کا اوسے زیادہ ڈر و خوف نہ تھا۔ وہ خوب سمجھتا تھا۔ کہ سیواجی ہی ایسا شخص ہے۔ جو اوسے اوس کے ارادوں میں زک دے سکتا ہے۔ اسلئے اوس نے مرہٹہ سلطنت کی بیخ و بن تک برباد کر دینے کی کاروائی شروع کی۔ پہلے تو اوس نے گولکنڈا اور بیجاپور کو فتح کیا۔ اسکے بعد مرہٹوں کے خلاف سپاہ روانہ کی اعظم و معظم دونوں نے ملکہ کوکن کو تباہ کر ڈالا۔

اس وقت اورنگ زیب نے افغانستان اور راجستان فتح کرنے کا

خیال چھوڑ کر اودھے پور کی ریاست سے بھی میل کر لیا تھا۔ اودھر اعظم و معظم کونکن کو تباہ کر کے مرہٹوں کے ملک سے چلدیئے۔ اودھر سے اورنگ زیب مرہٹوں کے ملک کو روانہ ہوا۔ مگر اعظم و معظم کے واپس ہوتے ہی سمبھاجی نے جلدی سے ملک خاندیش میں پہونچکر شہر برہانپور میں آگ لگا دی جب تک مغلوں کی فوج برہانپور پہونچے۔ مرہٹے پہاڑی قلعوں میں جا چھپے۔ اس واقعہ سے اورنگ زیب کے غیظ و غضب بھڑک اوٹھے۔ اور اوس نے دکھن میں جذیہ لگا دیا۔ مرہٹوں کا تو اورنگ زیب کچھ بھی نہ کر سکا مگر اپنے دل کا غبار ہندوؤں پر نکالکر غصے کو ٹھنڈا کیا۔ جذیہ وصول کرنے پر فوج اور افسر مامور کیئے گئے صرف برہانپور سے جو ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ تین ماہ میں ۲۶ ہزار روپیہ وصول کیا گیا۔ مزید برآں اورنگ زیب نے حکم جاری کیا۔ کہ کوئی ہندو عربی گھوڑے یا پالکی میں سوار ہوکر نہ نکلنے پائے۔ اس سے اوس نواح کے سارے ہندو مرہٹوں کے طرفدار ہو گئے۔

گولکنڈہ اور بیجاپور کی تباہی

گولکنڈا ۱۶۵۶ء میں مغلوں کے آگے سر جھکا چکا تھا۔ اوس کے حکمران شاہ ابوالحسن نے انتظام کار و بار سلطنت سے مجبوراً بالکل ہاتھ اوٹھا لیا۔ اور دربار بند کر دیا تھا۔ اور میر جملہ کا بیٹا محمد امین خاں مغلوں کی طرف سے وہاں امور شاہی کا انتظام و انصرام کرتا تھا۔

اس وقت گولکنڈا اور بیجاپور میں کچھ کچھ میل ہونے لگا تھا۔ اور دونوں ریاستوں نے سازو باز کر کے حیدرآباد میں کچھ فوج جمع کرنا شروع کر دی تھی۔ اسکی خبر سنتے ہی اورنگ زیب نے شاہزادہ اعظم اور خان جہاں بہادر کوکلتاش کو اون کی سرکوبی پر مامور کیا۔ اون دونوں نے گولکنڈا پہونچکر سفاکی پر کمر باندھ لی اور بیحد کشت و خون کیا۔ جسکی ہیبت ناک خبریں اورنگ زیب کے کانوں تک فریاد کی صورت میں پہونچیں۔ اسپر اورنگ زیب نے وہاں سے شاہزادہ اعظم کو واپس بُلا لیا۔ جب گولکنڈا کا کچومر نکال لیا گیا تو اورنگ زیب ریاست بیجاپور پر جا ڈٹا۔ ۱۶۸۵ء سے محاصرہ اور تباہی برابر جاری رہی ۱۶۸۶ء میں بیجاپور اورنگ زیب کے حوالے کر دیا گیا۔ جسے اوس نے بالکل

مسمار کردیا - اور اوس کے آثار اب تک پائے جاتے ہیں - گویا عادل شاہی خاندان کا نام ونشان تک صفحۂ دنیا پر بالکل مٹا دیا گیا - لیکن گولکنڈا کیساتھ اوس نے صلح کرلی مگر ملک تباہ برباد ہو جانے کے باعث اوسکا حکمران خراج نہ ادا کرسکا - جب اوسے خراج ادا کرنے کے لئے دبایا گیا تو اوس نے اس شرط پر اپنے جواہرات اورنگ زیب کے حوالہ کر دیئے - کہ خراج دے کر واپس دے لگا - لیکن تھوڑے ہی دن بعد اوسے یہ خبر ملی کہ اورنگ زیب گلبرگہ سے چلدیا - اور جواہرات بھی اپنے ہمراہ لے گیا - اوس بیچارے کو سخت مایوسی کا سامنا - غم غصہ میں انسان کی عقل جاتی رہتی ہے - چنانچہ اوس نے اوس مغل افسر کو جو اوس کے دربار میں رزیڈینٹ کی حیثیت سے مامور تھا - گرفتار کرکے قید میں ڈالدیا - اس خبر کو سنکر اورنگ زیب نے اوسپر ایک بڑا لشکر بھیجدیا - تو اوس نے فوجکو کہا کہ صلح کرنی چاہیئے - اور اطاعت قبول کرکے معافی مانگنے لگا - مگر معافی نہیں دی گئی - جسپر ماہ جنوری ۱۶۸۷ء میں جنگ ہوئی مغلوں کے لشکر نے اوس کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا - مگر اونہیں دانہ - پانی تک نہ ملا - اور اودھر قلعہ سے گولہ باری ہوتی رہی جس سے ہزاروں جانیں ضایع ہو گئیں - اور بد قسمتی سے اس اثناء میں ناگہانی قحط پڑ گیا جس کے باعث مغلوں کے لشکر کو رسد بالکل نہ مل سکی اور اوپر ایک اور یہ آفت ٹوٹی کہ لشکر میں وبا پھیل گئی - الغرض مغلوں کی سپاہ میں ایک تہلکہ پڑ گیا اگرچہ شاہ ابوالحسن قلعہ میں بند ہونے کے باعث گھبرا گیا - اور اوس نے ساتھ ہی یہ سمجھ کر کہ فتح تو مغلوں ہی کو نصیب ہوگی - اور اون ہی کا پلہ بھاری ہوگا اورنگ زیب سے صلح کی درخواست کی - مگر اوس نے یہ جواب دیا - کہ "ابوالحسن یا تو ہاتھ جوڑے ہوئے حاضر ہو - یا گرفتار ہو کر آئے - تب میں دیکھونگا کہ رحم کر سکتا ہوں یا نہیں" اور جواب دینے کے بعد ہی اوس نے خود فوج کا سپہ سالار بنکر قلعہ پر دھاوے کئے - مگر مغل بالکل ہمت ہار گئے خود جنگ سے کانپتے اور بیدلی کے ساتھ اوسکا حکم مانتے تھے - جب اوس نے دیکھا کہ اس فوج سے تو قلعہ سر ہونا ایک امر دشوار ہے - تو رشوتیں دے کر کام

نکالنا چاہا ۔ جسکے باعث ابوالحسن کے سارے رفیق اوس سے پھر گئے ۔ صرف دو ساتھی بدستور اوس کے جان نثار و وفادار بنے رہے ۔ مگر آخرش عبد اللہ بھی رشوت لیکر اورنگ زیب سے آملا ۔ اوس نے قلعہ کا پھاٹک کھول کر اورنگ زیب کی سپاہ کو قلعہ کے اندر داخل کرلیا ۔ فوج نے اندر جاتے ہی فتح کی تُرہی بجادی ۔

جسوقت ابوالحسن کے وفادار رفیق عبدالرزاق کے کان میں یہ آواز پڑی ۔ اُس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی ۔ وہ بیتاب ہو کر قلعہ کے بچانے کے لئے دوڑا گیا ۔ مگر اورنگ زیب کی فوج سے مقابل ہوتے ہی مارا گیا ۔ ابوالحسن اب کچھ نہیں کرسکتا تھا ۔ وہ بالکل مجبور و بے قابو ہوگیا اور دربار میں جا بیٹھا ۔ اور معلوں کا جو بے بلائے مہمان تھے ۔ بڑے ٹھنڈے دل سے انتظار کرنے لگا ۔ آخرش اورنگ زیب کے افسر بھی اوسکی تلاش میں وہیں جا پہونچے ۔ جنہیں آتے ہوئے دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا ۔ اور آداب بجالایا اتنے ہی میں ایک خادم اوس کے گھوڑے پر زین کسکر حاضر ہوا ۔ بس وہ گھوڑے پر سوار ہو کر شاہزادہ اعظم کے ہمراہ قلعہ کے باہر لشکر میں اورنگ زیب کی خدمت میں حاضر ہو کر آداب بجالایا ۔ اور اظہار اطاعت کے لیے اوسنے اوس کے آگے سر جھکا دیا ۔ اورنگ زیب بڑی ملاطفت اور حُسن سلوک سے پیش آیا ۔ مگر قید کر کے اوسے قلعہ دولت آباد کو بھیجدیا ۔ اور اُسکے قلعہ پہ قبضہ کرلیا ۔

اورنگ زیب گولکنڈا اور بیجاپور کی تباہی سے اپنے کو دکھن کا مالک و مختار سمجھنے لگا ۔ لیکن یہ تباہی ایک طرح پر اوس کے لئے مضر تھی اسکا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ اورنگ زیب کی توجہ اب بالکل مرہٹوں کی بربادی پہ مبذول ہو گئی ۔ دکھن میں اور کوئی ایسی طاقت باقی نہ رہی ۔ جسکے مٹانے کا اوسے اندیشہ ہوسکتا ۔ اِس لئے اب سوائے اس کے اور کوئی میدان نظر نہیں آتا تھا ۔ کہ وہ مرہٹوں کے ساتھ پھر ایک زور آزمائی کرے ۔ خود مرہٹوں کو ان دولتوں سلطنتوں کے ہوتے ہوئے مستقل

کی طرف سے اندیشہ ہوتا تھا - اور اون کے دم خم میں ایک حد تک تزلزل پیدا ہو سکتا تھا - دونوں سلطنتوں کی مغلوب فوج بے سری ہو گئی اورنگ زیب کی ذات پر اوسے مطلق بھروسہ اور اعتماد نہ تھا - ورنہ وہ اس کی طرف دار ہو جاتی اسلیئے اوسے مجبوراً سمبھاجی سے میل جول پیدا کرنے کی خواہش پیدا ہوئی - اور آخرش غارت گر مرہٹوں میں ملکر وہ بھی لوٹ مار کرنے لگی - اگرچہ کئی ایک حکام اور سپہ سالار خود مختار بنگئے - لیکن چونکہ اونکا زور کسی بڑے حریف کے مقابلہ کے لیئے کافی نہ تھا پس وہ بھی مرہٹوں کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو گئے - الغرض سارا ملک جو گولکنڈہ اور بیجاپور کے فرمانرواؤں کے زیر اثر تھا - سمبھاجی کے زیر نگین آگیا -

اورنگ زیب نے نہ صرف ان ملکوں ہی پر قبضہ کیا - بلکہ وہ میسور تک دبا بیٹھا - لیکن وہاں اوسکا زور واقتدار بیکار تھے - جو کچھ بھی اثر تھا وہ مرہٹوں کا تھا - لوگ مرہٹوں کا دم بھرتے تھے - اور اون کو ہر طرح کی امداد دینے پر آمادہ رہتے تھے - اتفاق سے سمبھاجی عیش و عشرت میں پڑ کر گرفتار ہو گیا - اور اورنگ زیب کے سامنے لایا گیا - اور اوسے ۱۶۸۹ء میں قتل کر دیا گیا - اسے بھی اورنگ زیب اپنے لیئے ایک نیک فال سمجھا مگر وہ دراصل اوسکے خلاف ثابت ہونے والی تھی - جسطرح نیرو قیصر روم اپنی چالاکیوں - سفاکیوں - اور ظلم و تعدی کو اپنے عروج کا باعث سمجھتا تھا - اسی طرح اورنگ زیب بھی ان باتوں کو اپنی اقبال مندی کے آثار قرار دیتا تھا - لیکن جسطرح نیرو کے مظالم کے باعث ملک میں ایک انقلاب واقع ہو کر رفتہ رفتہ زور پکڑ جانے کے باعث اوسکو بربادی کا اور قیصر اعظوس کی خاندانی فرمانروائی کے خاتمہ کا موجب ہوا اوسی طرح اورنگ زیب کی یہ عارضی کامیابی نہ صرف اوسکی بلکہ مغلیہ خاندان کی فرمانروائی کے لیئے باعث زوال بنگئی -

سمبھاجی کے قتل ہونے پر اوسکا بھائی راجہ رام ملک گیر نا ملک میں

قلعہ جنجی میں پناہ گیر ہوا۔ اور کچھ دن کے لیے ظاہری اسباب سے مرہٹوں کے زور کا خاتمہ ہو گیا۔

مرہٹوں کے مقابلہ میں اورنگ زیب کی غلطیاں

ایک غلطی تو مرہٹوں کے مقابلہ میں اورنگ زیب نے سیواجی کے ساتھ کھائی۔ جس وقت سیواجی نے اطاعت قبول کی۔ اور اوس کے زور و طاقت پر اورنگ زیب کا زور طاقت غالب آگیا تھا۔ اُس وقت اوسے مناسب تھا کہ سیواجی کو خراجگذاروں کے حلقہ میں داخل کر لیتا۔ اس سے سیواجی پر اوسکا رعب و داب قایم رہتا مگر اورنگ زیب کی طبیعت کینہ ور اور انتظام پسند واقع ہوئی تھی۔ اس لیے اوس نے اوسے ہر طرح سے مٹانے کی کوشش کی یہانتک کہ دہلی بلا کر قید میں بھی رکھا۔ لیکن وہ صاف نکل گیا دوسری غلطی سمبھاجی کے قتل پر کھائی۔ اگر وہ چاہتا۔ تو اس وقت بھی مرہٹوں کو ہمیشہ کے لیے اپنا طرفدار بنا لیتا صرف اتنا ہی کافی تھا۔ کہ اونہیں خراجگذاروں میں داخل کر کے دہلی چلا آتا۔ اور اس ملک میں کچھ فوج اون کے خوف دلانے کے لیے چھوڑ آتا۔ مگر اوسکا مزاج ایسا نہ تھا اوسے تو ایک خیال خام اور ایک سودا نے اپنے قابو میں کر رکھا تھا۔ اوسے تو بحر ہند تک فتوحات کرنے کا خبط سوار تھا۔ جسطرح پنجاب اور بنگال اوس کے زیر حکم تھے۔ اوسی طرح وہ دکھن کو بھی اپنے قبضہ میں کرنے کی فکر میں مبتلا تھا۔ اس خیال کے زعم میں آکر اگرچہ وہ باقی عمر مرہٹوں کی قلع قمع کرنے میں مصروف رہا۔ مگر آخر کار ناکامی ہی نصیب ہوئی مرہٹوں کا خاتمہ کرنا کوئی بچوں کا کھیل نہ تھا۔ خود اورنگ زیب کی طرف سے ایسی بہت سی باتیں ہوئیں۔ جن سے اون کے زور کو نقصان اور مرہٹوں کی طاقت کو فائدہ ہوا۔ اول تو مغلوں میں وہ جرات اور سخت جانی باقی نہیں رہی تھی۔ جو کہ بابر کے زمانہ میں تھی دوسرے اوس نے راجپوتوں کو اپنے سے برگشتہ کر دیا تھا۔ اون سے نہ صرف قطع تعلق ہی کر بیٹھا۔ بلکہ اوس نے اونہیں اپنا سخت دشمن بنا لیا تھا چنانچہ اوسکی

جنگلی مہم ایک ڈھول سے مشابہت رکھتی تھیں - جن کی آواز تو دور تک جاتی ہے - مگر اوس سے ہوتا ہواتا کچھ بھی نہیں - چارلیشت کی آرام طلبی اور عیش پرستی سے کاہل و مجہول ہو گئے تھے - اور مہم پر لشکر کیا جاتا تھا - ایک طوفان بے تمیزی جاتا تھا - نالکی - پالکی - ہاتھی - گھوڑے - جیسے بازار - سوداگر وغیرہ فوج کے ساتھ ہوتے تھے - بھلا ان چیزوں سے اور مہم سے کیا تعلق - اگرچہ خود اورنگ زیب تو بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارتا تھا مگر سپہ سالار اور فوج بالکل ناکارہ تھی - اور مثل مشہور ہے - کہ وہ اکیلا چنا پہاڑ کو نہیں پھوڑ سکتا بایں ہمہ جو کچھ اورنگ زیب کرنا چاہتا تھا - اوسکا عشر عشیر بھی انجام کو نہیں پہونچتا تھا - ہندوستان میں موسمی خرابی کے باعث محاصرہ مہینوں تک جاری نہیں رہ سکتا - مرہٹے بڑے سخت اور جفاکش تھے - اول تو میدانوں کے باشندوں کے مقابلے میں کوہستانی قومیں ویسے ہی سخت ہوتی ہیں - دوسرے وہ جنگجو بھی تھے - اون کے پاس زبردست اور اتنے پہاڑی قلعے تھے - کہ ایک ایک مہینوں میں سر ہوتا تھا - اورنگ زیب نے تو اپنی طرف سے اون کے برباد کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اوٹھا رکھا - لیکن خود اوسکی فوج میں کمزوری کا عنصر موجود تھا - اوس نے تو برسات میں بھی فوجکشی اور محاصرہ جاری رکھا - اگرچہ ایک طرح پر اوسکی سخت غلطی اور اپنی طاقت کو گھٹانے کی کارروائی تھی لیکن جوش طبیعت نے اوسے پس و پیش کا موقعہ نہ دیا -

اورنگ زیب کی فوج آرام طلب تھی - برخلاف اس کے مرہٹے سخت جان تھے - اورنگ زیب کی فوج لقمہ کی دلدادہ تھی - برعکس اس کے مرہٹے بعض وقت صرف پیاز کھا کر رہ جاتے اور لڑتے رہتے تھے - محاصرے کے زمانہ میں اون کی ٹولیاں آس پاس کا ملک بالکل برباد کر ڈالتی تھیں تا کہ اورنگ زیب کی فوجکو رسد نہ مل سکے ۱۷۰۲ء میں سمبھاجی کا بیٹا مغلوں نے گرفتار کر کے قتل کرا دیا اس کے بعد تارابائی بیوہ ملکہ ریجنیٹ کے منصب پر مقرر ہوئی - مگر اس واقعے سے مرہٹوں کے

پر بل بھی نہ پڑا۔ اون میں ایک قسم کا غیر مغلوب جوش پھیل گیا۔ اون کے دم خم بدستور قایم رہے۔ بلکہ میدان جنگ میں وہ پہلے کی نسبت اسوقت اور دو ہاتھ آگے ہی بڑھے ہوئے نظر آئے۔ اورنگ زیب کی بیس سال کی مسلسل محنت و کوشش۔ جانفشانی اور جگر کاوی کا کوئی امید افزا نتیجہ نہ نکلا۔ مرہٹے نہ دبے پر نہ دبے اور اولٹے یہانتک زور پکڑ گئے۔ کہ اورنگزیب کے لشکر پر چھاپے مارنے لگے۔ اور جو کچھ ہاتھ لگتا تھا۔ لے جاتے تھے۔

اورنگزیب کے آخری ایام

اورنگ زیب اوس عمر کو پہونچگیا تھا۔ جس میں قدرتی طور پر انسان کے قوائے منضمحل اور کمزور ہوجاتے ہیں اوسپر ضعف غالب آگیا تھا اور وہ زیادہ محنت و جانفشانی برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اوسے اب ہر طرف سے اور ہر کام میں مایوسی ہی نصیب ہوتی تھی جسکے باعث اوس کی ہمت ٹوٹتی جاتی تھی۔

جب اوسکا بہرام پور کے مقام پر پڑاہو انتھا۔ اور وہ مزید مہم کی فکر میں سرتاپا غرق تھا۔ تو دریائے بھیما میں سیلاب آگیا۔ جو لشکر کو بہا لیگیا اور ۱۲ ہزار جانیں تلف ہوگئیں۔ پارلی کے محاصرہ میں بھی اوسپر اسی طرح کی ناگہانی آفت ٹوٹی۔ طغیانی کے باعث فوج کی نقل و حرکت بند رہی رسد نہ مل سکی جسکے باعث بہت سے آدمی اور مویشی مر گئے۔ گرمی زور و پر تھی۔ اور شمازت آفتاب کے باعث الگ جانیں ضایع ہوئیں۔ ساتھ ہی قحط اور وبا موجود ہوئیں۔ جس سے اوس کے نان مارے گئے۔

اگرچہ اورنگ زیب کو مایوسیوں نے گھیر لیا تھا۔ لیکن وہ محنت کرنے سے باز نہ آیا۔ ہارے جو آڑے کیطرح اوسکی لو بڑھتی ہی گئی۔ اوسکا ایک دم اور ہزاروں فکریں۔ کیا کیا کرتا۔ خود ہی مہم جاری کرتا خود ہی احکام جاری کرتا حملہ کا سرغنہ بنتا۔ بہت سے محاصرے اپنی زیر نگرانی کرائے ستارہ کے محاصرہ میں ایک اور ناگہانی آفت ٹوٹی ۱۶۹۹ء میں جبکہ وہ ستارہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ اور قلعہ اوڑانے کیلئے سرنگ میں بارود بچھائی جارہی تھی۔ سرنگ اوڑ گئی۔ اور بہت سی فوج ہلاک ہوگئی۔ مگر ابھی تک اورنگ زیب

کے استقلال میں سرمو فرق نہ آیا۔ مثل مشہور ہے کہ آفت تنہا نہیں آتی ہے چنانچہ اس وقت آگرہ میں بھی شورش برپا ہو گئی۔ اورنگ زیب پر وقت فکروں کی بھرمار ہو گئی تھی۔ ادھر تو وہ دکھن کو مغلوب کرنے پر تُلا ہوا رہتا تھا۔ اور اُدھر ملک میں جابجا شورش برپا ہوتی جاتی تھی۔ وہ آگرہ اور افغانستان کے لئے بھی احکام جاری کرتا رہا۔ اور اوسے قندھار پر بھی قبضہ کرنے کی دھن لگی رہی۔

اسوقت معظم سات سال قید رہنے کے بعد قید خانہ سے نکال کر قندھار کا حاکم بنایا گیا۔ اعظم کو گجرات کا صوبہ سپرد کر دیا گیا۔ اورنگ زیب کا چھوٹا بیٹا کام بخش جو جودھ بائی کے بطن سے پیدا تھا۔ اُسپر اورنگ زیب کو شبہ تھا۔ مگر اسوقت اوسے بھی معافی دے دی گی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکی عقل میں فتور آگیا تھا۔ ورنہ اوس سے اس قسم کی امید کسی طرح بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ اپنی عمر بھر میں اوس سے اس قسم کا کوئی فعل صادر نہوا تھا۔

آخری وقت میں اوس کے حواس اور اوس کی عقل بھی اوسے جواب دے گئے۔ اور اوسپر اصل حقیقت کا اظہار ہونے لگا تھا۔ کہ فی الواقع وہ کون تھا اور اوسے کیا کیا کرنا چاہیئے تھا۔ اور کیا کیا نہیں اوسے اپنے رشتہ داروں کی جو آڑے وقت میں اوس کے کام آتے مدد کا بڑا قلق رہتا تھا۔ اوس کی بے اعتباری پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔ سپہ سالاروں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کرنے لگا۔ اونپر جاسوس مقرر کر دیئے۔ اپنے باپ کی حالت اوسے ہر وقت یاد آتی تھی۔

آخرش وہ دنیا کے افکار و آلام سے مغلوب ہو کر تنہائی میں رہنے لگا پایہ تخت سے مسلسل غیر حاضری کے باعث رعایا پر سے اوسکا دبدبہ اوٹھ گیا اور اسکی متواتر زکوں اور ناکامیوں کی شہرت نے اون کے دلوں کو اوس سے باغی ہو جانے پر اوبھارا۔ اور ملک کے شمالی حصہ میں بغاوتیں اور ہنگامے برپا ہونے لگے۔ مرہٹے جن سے دکھن میں مقابلہ درپیش تھا۔ اوسپر غالب آتے جاتے تھے۔ سکھوں نے ملتان میں سرکشی کی۔ اور جاٹوں نے آگرہ میں سر

اٹھایا ۔ رہے راجپوت سو وہ کھلم کھلا کھل گئے ۔ اور بغاوت کر دی ۔ مغل فوج بھی قابل نہ رہی تھی ۔ اوسے خود اپنی جان لالے پڑ رہے تھے اور متواتر ناکامیوں کے باعث اوس سکت باقی نہ رہی تھی ۔ اورنگ زیب کی مالی حالت بھی ابتر ہے ۔ آخر کار لاچار ہو کر اورنگ زیب اپنی باقیماندہ تھکی تھکائی ۔ فوج احمد نگر کو لے گیا ۔ جہاں سے بیس سال پہلے اوس نے دکھن پر بڑے کر و فر ۔ زور و طاقت اور شان و شوکت کے ساتھ حملہ کیا تھا ۔

اوسکی موت نزدیک آتی جاتی تھی ۔ اوسنے اپنے بیٹوں کو دور ہی رکھا کہ شاید اوسے شاہجہان کی سی حالت کا منہ دیکھنا پڑے اوسے اوسکے جرم و گناہ یاد آ آ کر نادم بناتے تھے ۔ اوسکا ضمیر اوسے طرح طرح کے طعنے دیتا اور دریائے ندامت میں نہلاتا تھا ۔ اوس نے جو خط اپنے بیٹوں کو اس حالت میں لکھے ہیں اون سے اوس کے دلی افسوس کا خوب ہی اظہار ہوتا ہے

بنام اعظم

"بنام اعظم سلامت رہو ۔ میں ضعیف و کمزور ہوں اعضاء ساتھ نہیں دیتے ۔ جب میں پیدا ہوا تھا ۔ تو بہت سے لوگ میرے اوگرد پائے جاتے تھے ۔ اب میں تنہا جاتا ہوں مجھے معلوم نہیں ۔ کہ میں کیوں اور کس لئے دنیا میں آیا تھا ۔ مجھے اُس وقت کا افسوس ہے ۔ جس میں خدا کو بھولا رہا ۔ میری عمر بیکار گئی ۔ خدا میرے دل میں تھا ۔ مگر میری اندھی آنکھوں نے اوس کا نور نہ دیکھا ۔ زندگی فانی ہے وہ اور گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ۔ مجھے اُمید اپنی زندگی کی کوئی توقع نہیں رہی ۔ بخار جاتا رہا ہے ۔ صرف ہڈیاں اور پوست باقی رہ گیا ہے ۔ جس طرح میں بیدل بے یار اور پریشان خاطر ہوں اوسی طرح فوج بھی ہے ۔ خدا سے جدا رہ کر دل کو راحت و آرام نہیں ملتا ۔ فوج کو معلوم نہیں کہ اون کا بادشاہ ہے بھی یا نہیں ۔ میں دنیا میں اپنے ساتھ کچھ نہ لایا تھا ۔ مگر اب گناہوں کا بوجھ اپنے ہمراہ لے جاتا ہوں نہ معلوم عقبے میں کیا کیا سزائیں ملیں گی ۔ اگرچہ میں خدا کی مہربانی اور رحم پر بھروسہ رکھتا ہوں ۔ لیکن مجھے اپنے گناہوں پر سخت افسوس ہے جب مجھے اپنی ہی امید نہ رہی ۔ تو دوسروں پر کیا امید کر سکتا ہوں ۔ ہر چہ باد اباد

ما کشتی در آب انداختیم ...... خدا حافظ - الوداع !"

بنام کام بخش

بنام کام بخش - عزیز از جان .... اب میں جاتا ہوں - مجھے تمہاری بیکسی پر افسوس ہے - لیکن اس سے کیا نفع نکلتا ہے ہر تکلیف جو میں نے لوگوں کو دی - ہر گناہ جو میں نے کیا - ہر غلطی جو مجھ سے صادر ہوئی اوسکا بار اور نتیجہ میں اپنے ساتھ لئے جاتا ہوں - تعجب ہے - کہ پیدا ہوتے وقت میں کچھ ساتھ نہ لایا تھا - مگر اب گناہوں کا ایک قافلہ میرے ساتھ جاتا ہے جدہر نگاہ جاتی ہے - خدا نظر آتا ہے - میں نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں اور نہ معلوم اون کے عوض کیا کیا اور کیسے کیسے عذاب و عتاب مجھ پر ہونگے مسلمانوں کو اب قتل نہونے دو تاکہ میرے سر زیادہ ندامت نہ رہے میں تمہیں اور تمہارے بیٹوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور الوداع کہتا ہوں میری روح سخت مضطرب و بیقرار ہے - تمہاری ماں اودھےپوری نے میرا ساتھ نہ دیا - الوداع ! سلامت رہو !"

اورنگ زیب کی وفات

آخرش موت نے اورنگ زیب کو آدبایا - اوس نے ۳ مارچ ۱۷۰۷ء میں اپنے پچاسویں سال حکومت میں اور ۹۰ سال کی عمر میں صبح کی نماز کے بعد انتقال کیا - مرتے دم کلمہ اس کی زبان پر جاری تھا - اور اوسے دولت آباد کے قریب دفن کیا گیا -

اوس کی ناکامی

جن مسلمان مؤرخوں نے اوسکی نسبت یہ رائے قائم کی ہے کہ وہ ریاضت نفس کُشی - انصاف پروری - برداشت - مصائب - جفاکشی عقل و دانش اور ہمت و استقلال میں اپنا نظیر آپ تھا - اونہوں ہی نے یہ بھی رائے قایم کی ہے کہ وہ اوسکی ہر تجویز بیکار گئی - اور ہر مہم ناکام رہی "

واقعی اوصاف

اورنگ زیب عقیل اور دانشمند اور جفاکش اور محنتی تھا - ہمت و استقلال میں بے شک اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا - اوسے ریاضت و زہد تقوے کا بھی شوق تھا - لیکن اوسکی یہ باتیں حقیقت سے بالکل خالی تھیں انصاف پروری اوسے چھو بھی نہیں گئی تھی اور اسکی زندگی کے حالات انصاف کُشی کا موقع ہے - وہ سخت متعصب تھا - جسکے ذہن میں آکر

اوس نے بڑی بڑی نادانیاں اور مظالم کیئے تھے۔

عالمگیر کی زندگی میں صرف ایک سبق

اورنگ زیب کی زندگی کے جس پہلو کو لیا جائے وہ ایسا ہے کہ کسی شخص کو اوسے اپنی زندگی کا شعار اور دستور العمل نہیں بنانا چاہیئے۔ اور مشاہیر کی زندگی کے پہلوؤں کی مانند اوسکی زندگی کے تمام پہلو ماسوائے ایک کے بالکل تاریک اور بربادی میں ڈالنے والے ہیں۔ صرف ایک یہ سبق اوسکی زندگی سے ملتا ہے۔ کہ ہمت اور استقلال میں ہر فرد بشر کو اوسکی مانند بننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

آخری ہدایئے

جسکا نام انصاف عدل اور رعایا پروری ہے۔ اوسکا تو اورنگ زیب سخت دشمن تھا۔ فتوحات ملکی اور رموز سلطنت نے اسکو کبھی جائز نہیں رکھا۔ کہ کسکا گھر جلا دیا۔ کسیکو خواہ مخواہ قتل کر دیا کسی کے معابد ڈھا دیئے جائیں۔ کسی پر ظلم کیا جائے۔ اپنے خیر خواہوں سے بدسلوکی کیجائے اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیا جائے۔ کسی کا اعتبار نکیا جائے لیکن اورنگ زیب نے ان تمام ناجائز باتوں کو جائز کر دکھایا۔

جو لوگ اوسے خدا پرست بتاتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ خدا پرستی اسکا نام نہیں۔ کہ ہم ظاہر میں کچھ اور کریں۔ اور باطن میں کچھ اور بلکہ ہمارا ظاہر و باطن یکساں ہونا چاہیئے۔ ہماری خدا پرستی سے خلوص اور بے ریائی بھی ٹپکتی ہو۔

اوس کے ظالم جابر۔ بد عہد۔ شکی۔ سفاک۔ قاتل۔ ریاکار اور متعصب ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اوسکی زندگی کے حالات زبان حال سے پکار پکار کر یہ کہہ رہے ہیں۔

جو لوگ ہٹ دھرمی سے اوسکے سارے ناجائز کاموں کو جائز بتا کو اوسے معدوم و حق پرست اور انصاف پرور اور دیندار ظاہر کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ اون کے دعوے کی تردید کے لئے اوسکی زندگی کے مختلف واقعات کے علاوہ وہ دونوں خط موجود ہیں۔ جو اوس نے موت سے پہلے اپنے بیٹوں اعظم اور کام بخش کو لکھے تھے۔

یہ خط گویا اوسکی دستاویز ہیں اور اوس کے جھوٹے طرفدار وا
ناجائز و بیجا طرفداری کا کافی و شافی جواب ہیں۔

ان خطوں میں خود اورنگ زیب اپنے کئے پر نادم و پشیمان نظر آتا ہے۔ اوسے اپنے افعال کا سخت افسوس تھا۔ اوسکا ضمیر خود اوسے طعنے دیتا تھا۔ اور یہ سچ بھی ہے۔ کہ جب ہم کوئی برا یا ناجائز کام کرتے یا کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں تو سب سے پہلے خود ہمارا ضمیر ہمیں چشم نمائی کرتا اور اور ٹوکتا ہے وہ ہمیں سرزنش کرتا ہے کہ ہم سو جھوٹوں کے جھوٹے ہزار ریاکاروں کے ریاکار لاکھ ٹھگوں کے ٹھگ اور کروڑ ظالموں کے ظالم ہیں۔ ضمیر کی اس سرزنش سے اورنگ زیب نہ بچ سکا۔

اوسے اپنی عمر بھر اطمینان قلب اور سکون خاطر نصیب نہ ہوا۔ اور ہوتا تو کیسے۔ پہلے انسان خود صلح میں قایم ہو۔ تب دوسروں کو صلح کیطرف مائل کرسکتا ہے۔ صلح دوست آدمی سب چیزوں سے بھلائی کرسکتا ہے جو صلح جو ہے وہ کسی سے بدگمان نہیں مگر حریص اور غیر قانع (یہ اورنگ زیب کے خاص اوصاف ہیں) ہمیشہ بے قرار رہتا اور طرح طرح کی بدگمانیوں سے ستایا جاتا ہے۔ وہ نہ تو چین سے بیٹھتا اور نہ دوسروں کو چین لینے دیتا ہے۔ وہ ایسے افعال کا مرتکب ہوتا ہے جو مناسب نہ تھے۔ مگر جو کام اوس کے لئے زیادہ واجب ہوتے ہیں اونہیں کرنا بھول جاتا ہے۔ بعضے ایسے لوگ ہیں۔ کہ نہ خود امن سے رہتے ہیں۔ اور نہ اوروں کو رہنے دیتے ہیں۔ وہ جسقدر اوروں کو دق کرتے ہیں۔ اوس سے زیادہ خود دق ہوتے ہیں۔ اورنگ زیب بعینہ اسی کی مصداق تھا۔

اطمینان قلب اور سکون خاطر صلح جو ہونے اور عوام کی خیرخواہی کرتے اور ضمیر کی سرزنش سے بچنے میں حاصل ہوتا ہے اس لئے انسان کو اپنے دل سے بیجا خواہشوں کو باہر کردینا واجب ہے۔ اگر اوسکی بیجا خواہش پوری ہو بھی جاوے تاہم اوس کے ضمیر کی ملامت اوسے بے چین کئے رہتی ہے اسلئے کہ اوس نے ایک ایسی خواہش کی پیروی کی کہ جس سے اسے مطلوب چین ملنا ناممکن تھا۔ افسوس کہ اورنگ زیب نے کبھی اپنا امتحان نہیں لیا اور نہ اپنی جانچ کی۔ ورنہ اوسے معلوم ہوجاتا کہ اوسکے اقوال۔ افعال

اور خیال ہے لوگوں کو کیا کیا نقصان پہونچے اور اوس نے خدا کا کیا گناہ کیا۔
جب کتے کی محبت جوش میں آتی ہے۔ تو وہ اپنے آقا کے گرد اوچھلنے اور کودنے لگتا ہے۔ لیکن اگر آقا چاہے تو اوسے ایک جھڑکی میں بٹھا سکتا ہے۔ اسی طرح جب انسان کی بُری خواہش اوسکے دل میں اوبھرنے لگے۔ تو وہ اوسے جھڑکیاں دیکر دبا سکتا ہے لیکن اورنگ زیب سے اپنی دلی خواہش پر جو ہر طرح بیجا اور ناجائز تھی غالب نہ آیا گیا۔

اورنگ زیب کا ظاہر و باطن یکساں نہ تھا۔ وہ اوس شخص کی مانند تھا جسکے ہاتھ صاف اور دل میلا ہوتا ہے۔ سانپ باہر سے چکنا چُپڑا اور خوش رنگ ہوتا ہے۔ مگر باطن میں قاتل زہر بھرا ہوا۔

ہم آخری رائے کو ذیل کے قصہ پر ختم کرتے ہیں۔ کسی زمانہ میں ایک ملک میں ایک ضعیفہ عورت رہتی تھی۔ اوس کے ایک ہی بیٹا تھا اتفاق سے بیٹا سخت بیمار ہوگیا۔ طبیب نے تجویز کیا۔ کہ اگر اسے انگور کھلائیں جائیں تو تندرست ہو جائیگا۔ بڑھیا نے چرخہ کات کر پانچ روپیہ جمع کئے تھے وہ اونہیں لیکر بازار گئی۔ مگر انگور نہ ملے ایک شخص نے اوس سے کہا کہ انگور شاہی باغ میں ملیں گے۔ وہ وہاں پہونچی۔ اور پانچروپیہ باغبان کی نذر کئے۔ باغبان نے اوسے بُرا بھلا کہکر باغ سے نکال دیا۔ وہ سمجھی انگوروں کی قیمت زیادہ ہے۔ اسلئے باغبان نے نہیں دیئے۔ گھر پہونچکر اوس نے اپنے اوڑھنے بچھانے کے کپڑے اور برتن پانچروپے میں فروخت کر دیئے۔ اور دس روپے لیکر باغبان کے پاس گئی۔ مگر اوس پہلے سے بھی زیادہ ناراض ہوا۔ اور چلاکر سخت و سست کہنے لگا اور دھکے دیتا ہوا باغ کے دروازے کے باہر لے گیا۔ مگر اوسی وقت اتفاق سے بادشاہ کی بیٹی وہاں جا پہونچی اوس نے سارا ماجرا سنکر بڑھیا پر رحم کھایا۔ اور بہت سے انگور توڑکر اوسے دیدیئے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ باغ میرے باپ کا ہے۔ جو اس ملک کا بادشاہ ہے۔ وہ تجارت نہیں

کرتا۔ اس لیئے باغبان نے تجھے جھڑکیا دی تھیں۔ ہاں اسی طرح خدا بھی
سوداگر نہیں ہے۔ وہ نیت کا پھل دیتا ہے جیسے بادشاہ کے باغ
میں ایک باغبان تھا ویسے ہی ان کا ضمیر ہوتا ہے۔ اسلیئے جب ہم
کوئی برا فعل کرنے یا کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ تو ضمیر ہمیں سرزنش
کرتا ہے۔ مگر ضمیر کی سرزنش کو اورنگ زیب نے ایک ہوا
سمجھا۔ جو ایک طرف سے آتی اور دوسری
طرف کو چلی جاتی ہے۔ اور
خدا کو اس نے ایک تاجر
سمجھا جو نیت سے
غرض نہیں
رکھتا

تمام شد